امامت
روح کائنات

بسم الله الرحمن الرحيم

يَومَ نَدعُوا كُلَّ أناسٍ بِإمامِهِم
(سوره اسراء- آیت/۷۱)

بَقِيَةُ الله خَيرٌلَكُم إن كُنتُم مُومِنِينَ
(سوره هود- آیت/۸۶)

امامت

روح کائنات

زاهد علی هندی جلال پوری

کتاب؛ امامت روح کائنات: مؤلف؛ زاهد علی هندی جلال پوری اس کتاب کو آیات، منقولات، معقولات اور تاریخ کی روشنی میں مختصر لیکن مفید مطالب کے ساتھ تدوین کیا ہے. کتاب کے آخر میں أئمہ معصومین کی مختصر سوانح حیات بھی ذکر ہے.

کتاب : امامت روح کائنات

تألیف : زاهد علی هندی جلال پوری

ناشر : حوزہ علمیہ بقیة الله جلال پور امبیڈکر نگر یوپی هند.

ایڈیشن : اول

تعداد : ایک ہزار

ملنے کا پتہ:

(۱) حوزہ علمیہ بقیة الله جلال پور امبیڈکر نگر یوپی

مبائل: +919795129227 سائٹ: www.baqiyatullah.net

(۲) حیدری کتب خانہ امام باڑہ روڈ نزدیک مغل مسجد/ 14.6 بمبئی/۹. ٹیلیفون 66572934-

(۳) جعفری کتب خانہ روضہ مارکیٹ جامع مسجد جلال پور امبیڈکر نگر یوپی هند 9532322304

(٤) المنتظر ڈپو. مین مارکیٹ نوگلواں سادات جے پی نگر یوپی هند پن کوڈ/ ۲٤٤۲٤٥۱

انتساب

حضرات ائمہ معصومین (علیہم السلام) خاص طور سے امام زمانہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف)اور ان فقہاء، مراجع تقلید، اہل علم کے نام کہ جو حق و انصاف کے نفاذ ،مظلوموں کی حمایت میں کسی فرعونی یا طاغوتی طاقت سے نہیں دبے بلکہ امام معصوم کی سیرت پر چل کر کوہ گراں کی مانند ثابت و استوار رہے ہیں۔

بیان ناشر

حوزہ علمیہ بقیۃ اللہ اپنے اوائل تاسیس سے ہی تدریس کے علاوہ تالیف کتب، تحقیق، تربیت کے ذریعہ اسلامی علوم کے ابلاغ نشر واشاعت کا کام کر رہا ہے۔ جس کے نتیجہ میں آپ کے سامنے جتنے سال حوزہ کے قیام کو ہوئے ہیں اس سے کہیں زیادہ کتب، جرائد اور سیمنار وغیرہ کا بہترین نمونہ پیش کیا ہے۔ ان مختلف ذرائع سے علوم اہلبیت علیہم السلام کی ترویج تبلیغ اور اشاعت کا سامان فراہم کیا گیا ہے۔ اگر چہ حالات زمانہ کے ساتھ دینی علوم کا نظام جیسا چاہئے تھا اس منظم شکل میں پیشرفت نہیں کر رہا تھا کیونکہ ہر زمانہ میں علم دین کو یہ مشکل درپیش رہی ہے، سرسید کو بھی اس بات کا احساس تھا اور سرکاری مدارس کو سرسید غیر مفید سمجھتے تھے۔ علامہ شبلی کی شاعری کا تنقیدی جائزہ نامی مقالہ صفحہ ۲۱۹ پر احسان احمد نے نقل کیا ہے:

جن پر ہیں اٹھی ہوئی نگاہیں — قائم ہیں جو آج درسگاہیں
ہر چند کہ ہیں مگر نہیں ہیں — اپنے تو یہ چارہ گر نہیں ہیں

خاص طور سے سامراجیت کے سیاسی دباؤ سے متاثر ہونا اور کچھ حد تک اپنا معاشرہ بھی مادی زرق و برق، جذاب بازیچوں میں گرفتار ہوا جا رہا ہے۔ معنویت سے دور ہو کر تفاخر و تخریبی علوم میں لگا ہوا ہے۔ اور جب کسی علم میں مخلوق کی خدمت کا جذبہ باقی نہیں رہ جاتا ہے پھر وہ علم، علم نہیں رہ جاتا ہے بلکہ انسانیت اور اس کی شرافت و کرامت کے زوال کا سبب بن جاتا ہے۔ وہی علم انسانیت کا قاتل بن جاتا ہے۔

قرآن کی تعلیم میں کیا کسی علم یا اس کی تحصیل کا انکار کیا گیا ہے، نہیں؛ بلکہ وارثان قرآن نے قرآن کی شگوفائی فرما کر سینکڑوں علوم کو ایجاد کیا ہے، ہاں جس علم سے غلط برداشت کی جائے، اذہان کی غلط رہنمائی ہو، جس سے انسانی فلاح و بہبودی اور درست استعداد کو نقصان پہنچ رہا ہو، جس علم سے انسانی معاشرہ کی امنیت اور

سلامتی کونقصان پہنچ رہا ہے اس علم سے منع کیا گیا ہے،اسی لئے تعلیم کے ساتھ تربیت ضروری قرار دی ہے۔

قرآن :انسان ساز لائحہ عمل ہے، آسمانی اور وحیانی علم کا حامل ہے، کامیابیوں تک پہنچانے والا، مدلل منطقی اور متقن راستہ دکھانے والا، دنیا کی کامیابیوں سے لیکر آخرت کے پیچ وخم کے اضطراب سے وجدانوں کو مطمئن کر کے دونوں عالم میں نجات دلانے والا قرآنی مکتب فکر سے بہتر کون سا مکتب ہوگا؟

ہر زمانے میں جب سامراج اسلامی تعلیمات کو تیزی میں پنپتے ہوئے دیکھتا ہے تو اپنے خاص منصوبہ کے تحت ملک ومسلک میں ضعیف عقائد اور مشکوک افراد کے ذریعہ عالمی امن وصلح میں خدشہ وارد کرتا ہے۔اس طرح کے افراد کو ملکوں اور شہروں میں معین کر رکھا ہے، جو اس کی نمائندگی میں ہمہ وقت امت اسلامیہ کے عقائد میں شک وشبہات پیدا کر کے ایک دوسرے کی جان کے پیچھے پڑے ہوئے ہوتے ہیں۔اگر یہ راہ حل چاہتے ہیں تو قرآن اور وارثان قرآن ہی بہترین حل ہے۔

حوزہ علمیہ بقیۃ اللہ انھیں حقائق پر مشتمل مطالب کا مروج ہے۔

قرآن جو انسانی زندگی میں آسائش و آسانی کی خاطر سائنس، ابدان، اقتصاد، جغرافیہ، منطق آداب معاشرت جیسے علوم کا موجد رہا ہے، ان بیشمار علوم کے موجد اہل بیت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔جن سے عالم انسانیت نے اپنی علمی گتھیاں سلجھائی ہیں۔

خداوند عالم سے دعا ہے کہ بے شعور افراد، عالم نما افراد کو توفیق دے کہ عوام الناس کے ساتھ خود بھی حقیقت علم سے واقف ہوں اور ہادیان دین کی سیرت پر چل کر ہدایت یافتہ بن سکیں اور دوسروں تک علوم اہل بیت علیہم السلام کو ابلاغ کر سکیں۔

اللّٰهم عجّل لولیّک الفرج وجعلنا من ناصره واعوانه.

حوزہ علمیہ بقیۃ اللہ جلال پور امبیڈکر نگر یوپی ہندوستان پن کوڈ:۲۲۴۱۴۹

بحث کی ضرورت

امامت؛ معاشرہ کا ایک ایسا کلیدی رکن ہے، جس سے کسی کو بھی انکار کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ ہر قوم و مذہب ہر جماعت و مسلک اور ہر زمان و مکان کے اپنے حدود میں ایک امام یا رہبر کا وجود ضروری رہا ہے، جو قوم کے تمام مسائل کو حل و فصل اور تمام امور کو بحسن و خوبی انجام دینے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ یہ فطری امر ہے، عقل سلیم قبول کرتی ہے اور خدائے حکیم سے بھی محال ہے کہ وہ اپنی مخلوق کو بغیر ہدایت و رہنمائی کے چھوڑ دے کیونکہ امام ہی لوگوں کو صحیح راستہ کی رہنمائی کرتا ہے، گمراہیوں سے بچاتا ہے، فتنہ و فساد اور خونریزی...سے محافظت کرتا ہے، امام بھٹکی ہوئی مخلوق کو نجات کے راستہ پر لگاتا ہے۔ ملحدوں، مشرکوں اور منافقوں کی دیرینہ دشمنی اور ناامنی کا راہ حل نکالتا ہے اور سماج کو متحد و سیویلائزڈ بناتا ہے۔ شریعت اور سنت کی تنفیذ کے علاوہ اس میں تحریف اور ترمیم سے روک تھام کرتا ہے۔ بڑے اور قدرت مند ممالک کے متعصبانہ، فرقہ وارانہ، ملحدانہ اور جاہلانہ حملوں کے مقابل سد راہ ہوتا ہے۔ اگر ایک قوم یا جماعت دوسرے پر ظلم و سرکشی کرتی ہے تو اللہ اپنی حجتوں کے ذریعہ حق و انصاف کا دفاع کرتا ہے۔ وہی سارے ملکوں میں حق و عدالت کا نفاذ کرتا ہے۔

اہل علم و دانش کے شبہات اور مشکلات کا حل و فصل امام کے وجود سے ہوتا ہے۔ اکثر اہل علم، فقہا، صاحبان فکر و نظر اور اہل مکاتب نے اپنے مشاہدات اور احساسات میں امامت کی ضرورت کا اعلان کیا ہے۔ بڑی سے بڑی شخصیت کیوں نہ ہو ہر مسئلہ میں خواہ وہ مادی نظام حیات سے متعلق ہو یا علمی دنیا سے یا پھر سماجیات سے متعلق ہو کبھی نہ کبھی ایسا ایک موقع ضرور آتا ہے کہ جب اس کے ذہن میں پے در پے شبہات کی ہیجانی صورت پیدا ہوتی ہے، کوئی راستہ نہیں دکھائی دیتا، کوئی صورت نظر نہیں آتی، تب اس کا دل و دماغ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کے خاص بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے، جس سے اس شخص کو ہدایت ہوتی ہے، قلبی سکون بھی ملتا ہے۔

دور حاضر کی ایک چھوٹی سی مثال ملاحظہ کی جاسکتی ہے؛ کہ

امریکہ عراق پر، روس افغانستان پر، پھر موقع پاتے ہی امریکہ بھی افغانستان پر قبضہ جما کر لوگوں کے عقائد و ایمان پر حملہ کر دیتا ہے، شاید ان ملکوں کو سوائے ظلم و زبردستی کے تسخیر قلوب اور ملکوں میں اثر و رسوخ بڑھانے کا صحیح اصول بھی نہیں آتا ہے اور حق بات یہ ہے کہ اگر درست اصول پر تسخیر کا قدم اٹھائیں گے تو آئین اسلام کی پیروی لازم آئے گی۔ مثال کے طور پر سامراجی طاقتوں نے دہشت گردی اور ٹرورزم کا بہانا بنا کر ساری دنیا کے کمزور ممالک پر قبضہ جمانا چاہا، قرآن نے روز اول سے ٹرورزم، قتل، غارت، جارحیت اور بغاوت کو جرم اور ظلم بتایا ہے، سامراج کے ہر منصوبے کی طرح یہ منصوبہ بھی ناکارہ ہو کر رہ گیا۔ ناجائز اسلحوں کی خاطر ایسے ملک پر جسکو خود ہی اسلحہ دیا ہو حملہ کرنا اور بسا اوقات طبیعی آفات و بلیات، سونامی لہریں اور سمندری موجیں قہر بن کر مجرموں کی گوشمالی کرتی ہیں۔ مگر وہ ہوش میں نہیں آتے دراصل وہ ایسے لوگ ہیں جن کے ذہن وفکر مقفل ہو چکے ہیں وہ اقوام متحدہ کے زیر اثر ممالک کو ساتھ لیکر کمزور ملکوں پر اپنا قہر و غضب تحمیل کرتے ہے ہیں! ایسی صورت میں کسی کو ہونا چاہئے کہ جو حالات پر قابو پانے کے لئے عاقلانہ، معصومانہ، عادلانہ، قدرت مندانہ راہ حل رکھتا ہو، جو مظلوموں کا دفاع کرسکتا ہو، ضرورت پڑنے پر صلح و جنگ کی مصلحتوں کو سمجھتے ہوئے ایک محکم مصمم فیصلہ لے سکتا ہو، اس سلسلہ سے اوراق تاریخ تلخ و شیریں تجربات، حادثات اور واقعات سے پر ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ دین میں امامت کی زیادہ اہمیت رہی ہے، تمام نبیوں، اماموں اور دینی ذمہ داروں نے اپنی انسانی آسمانی ذمہ داریوں کی بناء پر ظلم و ناانصافی اور دہشت گردی سے مقابلہ کیا ہے۔ امن و امان، صلح و مصالحت کی بحالی کے لئے جان توڑ کوشش کی ہے۔ چونکہ یہی

امامت و رسالت دراصل؛ ولایت الٰہیہ سے اتصال کا ذریعہ ہے۔

اس کی عظمت میں یہ جملہ کافی ہوگا کہ امامت: خالق و مخلوق کے درمیان رابط کا بہترین، سچا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ اس راہ ہدایت میں ہمارے بہت سارے نبیوں، رسولوں اور ان کے وصیوں نے قربانیاں پیش کی ہیں، زحمت و مشقت برداشت کی ہیں لیکن جیسی قربانیاں، فداکاریاں اور طاقت فرسا مصائب و آلام آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جانشینوں، اماموں کی دیکھی گئی ہیں، تاریخ عالم میں ان کی کوئی

مثال نہیں ملتی ہے۔ اگر ان حضرات کی حیات طیبہ میں سے ہم کسی ایک امام کی سیرت کو صحیح معنوں میں مطالعہ کریں تو ہمارے لئے حق روشن اور باطل کو سمجھنا نہایت آسان ہو جائے گا کیونکہ ہمارے لئے امام کی سیرت ان کی طرز زندگی نوع بندگی اور سماج میں لوگوں کے سلوک و معاملات سے ساری بات سمجھ میں آجائے گی۔

بندہ ناچیز اس وجود بجود، ذات رحمن ورحیم سے آرزومند ہوں کہ اس کاوش کو ائمہ معصومین علیہم السلام کے صدقہ قبول فرمائے اور میرے والدین، اہل خانہ، عزیز و اقارب، اساتید، احبا اور کرم فرماؤں کو بھی ثواب و اجر میں شامل فرمائے جن کی تربیت اور رہنمائی نے مجھے اس قابل بنایا کہ کتب اہل بیت علیہم السلام میں کسی طرح کی کوئی خدمت پر مصمم ہوں۔ خاص طور سے معروف دانشور شفیق استاد حضرت آیۃ اللہ مہدی مہدوی پور نمائندہ ولی فقیہ مقیم دہلی نو ہندوستان، جناب حجۃ الاسلام والمسلمین ڈاکٹر غلام رضا مہدوی نمائندہ جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ قم جمہوریہ اسلامی ایران، ادارۂ بقیۃ اللہ جلال پور کے متعلقین اور ریسرچ سینٹر زہرا (علیہا السلام) اکیڈمی شعبہ قم کا شکریہ ادا کرنے کو اخلاقی اور انسانی فریضہ سمجھتا ہوں: اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کی عاقبت بخیر ہو، اپنی مقدس ذات گرامی، انبیاء، اماموں کی معرفت اور اطاعت کی توفیق عطا فرمائے!

والسلام

زاہد علی ہندی جلال پوری

جناب ابرہیم کو ان کے رب نے کئی امتحان کے ذریعہ آزمایا اور جب سب امتحان مکمل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں لوگوں کا امام بنایا۔

مذکورہ آیت کی روشنی میں دلیل ذکر کرتے ہیں کہ ظالم اور خطا کار شخص مقام امامت کا اہل نہیں ہو سکتا ہے۔

علامہ زمخشری آیت ﴿ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ﴾ کی تفسیر میں کہتے ہیں:

(اے ابراہیم!) امامت وخلافت کا عہدہ تیرے ایسے فرزند جو ظالم ہیں، ان کو نہیں مل سکتا ہے، صرف وہ حضرات مقام امامت کے سزاوار اور اہل ہیں، جو عادل اور ہر ظلم وستم سے پاک ہیں۔(۱)

یحیٰ ابن شرف النووی (م ۶۷۶ھ) صحیح مسلم کی شرح میں کہتے ہیں:

تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ امام پر قیام کرنا اور ان سے جنگ کرنا حرام ہے، اگر چہ ظالم اور فاسق ہی کیوں نہ ہو۔

اس موضوع پر حدیثیں بہت ہیں اور اہل سنت متفق ہیں کہ امام کو گناہ اور فساد کی وجہ سے معزول نہیں کیا جا سکتا ہے۔(۲)

اکثر فقہا، اہل حدیث، متکلمین اہل سنت کا اتفاق ہے: امام، ظلم، فسق وفجور کے مرتکب ہونے، حقوق الٰہی کے اجرا نہ کرنے سے معزول نہیں ہوگا۔ اس طرح کے موارد میں ان پر قیام کرنے کی توجیہ نہیں کی جا سکتی ہے بلکہ حدیث کے بقول اس کو وعظ ونصیحت کرنی چاہئے۔(۳)

سعد الدین تفتازانی (۷۱۲/۷۹۳) متکلمین اہل سنت صاحب ماتردی نے ... شرائط امام میں بڑی روشن بات کہی ہے وہ یہ ہے:

امام کا فسق وفجور اور گناہ کرنا معزولی کا سبب نہیں ہوتا کیونکہ اسلامی خلفاء، امیر اور پیشوا آشکارا گناہوں

---

۱) جار اللہ محمود ابن عمر زمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض القرآن، ج ۱، ص ۱۸۴
۲) محمد بن عمر النووی الجاوی، شرح صحیح مسلم، ج ۱۲، ص ۱۴۹
۳) حوالہ مذکورہ شرح صحیح مسلم، ج ۱۲، ص ۱۴۹

کے مرتکب ہوئے ہیں۔ بے شمار فسق و فجور اور گناہوں کو انجام دیا ہے، اس کے باوجود تمام امت اسلامی نے ان کی پیروی کی ہے۔ یہ فسق و فجور امامت کے مانع نہیں ہوا اور کسی کو معزول نہیں کیا گیا ہے۔(۱)

تفتازانی

یہ بات واضح ہے کہ امام کیلئے عدالت اور گناہ سے پاک ہونے کا اعتبار نہیں ہے، عصیان اور فسق امامت کے مانع نہیں ہے، لہذا امامت کا منصب ایک عادی اور غیر الٰہی منصب ہے، فاسق و فاجر بھی اس کا عہدہ دار ہو سکتا ہے۔(۲)

غرضکہ علماء اہلسنت کے مختلف اقوال و آراء سے واضح ہوتا ہے کہ امامت کی منزلت اور کردار امام کے شرائط میں کوئی اہم دخل نہیں ہے۔ ایسی بے بنیاد خصوصیت بیان کی گئی ہیں جس سے نہ علم و معرفت احکام الٰہی کا کوئی معیار رہا ہو اور نہ ہی تقویٰ و عدالت کا بلکہ گناہ سے بھی محفوظ نہ رہے۔

اس طرح عالم اسلام میں قرآن کی ہزیمت و رسوائی ہوئی اور وارث قرآن جو اپنے وقت کا امام ہوتا ہے اسکی حیثیت کم کر کے غیر منصف سیاسیوں کی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔

چنانچہ امامت کی خصوصیت کے سلسلہ میں علماء عامہ کی بے توجہی سے خاص کر حسب ذیل خطرات محسوس کیا جا سکتا ہے:

(۱) آج کل کے زمانہ میں قیادت کی شائستگی کا بحران اور ملکوں کے ادارہ کرنے کا مسئلہ جو درپیش ہے، اس سے یہ بات بالکل روشن ہو چکی ہے کہ زیادہ تر ایسے حکمراں جو صلاحیت و استعداد کے لحاظ سے قابل نہیں بلکہ غصب و غلط سیاست کے بل بوتے پر مملکت پر اپنا قبضہ جمائے ہوئے ہیں، یہ طریقہ (بقول ان علماء کے) خلافت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاصیت اور حقیقت کو بھی ختم کر دیتی ہے۔

قابل غور بات ہے کہ امام کا کردار رسالت و ہدایت اور سماج کی ادارت میں ایک رسالت تصور کیا جائے تو

---

۱) تفتازانی، دانشنامہ جہان اسلام، ج/۶
۲) تفتازانی، شرح المقاصد، ص/۱۸۵، ص/۱۸۶

لامحالہ امام کا انتخاب دینی معیار پر نبیوں کی طرح انتصاب الٰہی ہوگا۔

قاضی القضات ابو یعلی (م/۴۵۸) انتخاب امام کے سلسلہ میں بیان کیا ہے، جس سے امامت کا مرتبہ اور ان کا نظریہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔

امامت زور، زبردستی اور قدرت سے بھی حاصل ہوتی ہے، انتخاب کیلئے اہل حل وعقد کی ضرورت نہیں ہوتی لہذا جو شخص تلوار کی طاقت پر کامیابی حاصل کرلے اور مسند حکومت وخلافت پر قابض ہو جائے، امیر المومنین کہا جاتا ہے۔ جو شخص خداوند عالم اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، وہ ایک دن بھی ایسا نہیں گزار سکتا ہے کہ کسی ایسے شخص کو اپنا پیشوا نہ جانے، خواہ ایسا شخص نیک اور صالح ہو یا فاسق وفاجر ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اس کو امیر المومنین اور اس کا حکم سب پر نافذ ہوتا ہے۔ (۱)

(۲) دیگر امام جو حصول قدرت کے لئے جنگ کرتا ہے زمام حکومت حاصل کر لیتا ہے اور فوج اپنے قبضہ میں رکھتا ہے، اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

نماز جمعہ اور خطبہ اس امام کے نام سے پڑھا جاتا ہے، جو فاتح ہوتا ہے۔ (اس کی دلیل ذکر کرتے ہیں) عبد اللہ ابن عمر نے واقعہ حرہ کے وقت جب نماز جماعت اقامہ کی اور کہا:

''نَحنُ مَعَ مَن غَلَبَ'' ہم اس کے ساتھ ہیں جو کامیاب اور غالب آجائے۔ (۲)

تفتازانی: جو امامت کا دعوی کرے اور قہر وغلبہ سے مسلمانوں پر حاکم ہو جائے اگرچہ فاسق وفاجر ہی کیوں نہ ہو، امامت اس کے لئے ثابت ہے۔

امام کی اطاعت واجب ہے، جب تک حکم شریعت کی مخالفت نہ کرے، خواہ وہ ظالم وجابر ہی کیوں نہ ہو۔ (۳)

---

۱) ابو یعلی محمد ابن الحسین الفراء الحنبلی، الاحکام السلطانیہ ص/۲۰
۲) ابو یعلی محمد ابن الحسین الفراء الحنبلی، الاحکام السلطانیہ ص/۲۳
۳) سعد الدین تفتازانی شرح المقاصد، ج ۲/ ص ۲۳۳

تین شرائط تفتازانی کے بیان سے قابل ذکر ہیں:

(۱) امام کو معین کرنے کا طریقہ ایک امر جو امامت کے معین کرنے کا وسیلہ ثابت ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ جو امامت کا مدعی ہو اور قہر وغلبہ سے مسلمانوں پر مسلط اور ان کا مالک ہو جائے۔

(۲) امام میں علم وعدالت معتبر نہیں بلکہ جاہل وفاسق کیلئے بھی امامت ثابت ہے۔

(۳) امام کی اطاعت واجب ہوتی ہے، جب تک شریعت کے خلاف کوئی بات نہ کہے، خواہ عادل ہو یا ظالم ہی کیوں نہ ہو۔

ماوردی کے مطابق

امام کا انتصاب، سابق امام کے تعارف، وصیت اور معین کرنے سے ہوتا ہے، اس کا بھی مطلب یہی ہے کہ جس کی صحت پر اہل نظر کا اتفاق واجماع ہے کیونکہ دو تاریخی پس منظر کی تائید ہوئی ہے کہ جس کو مسلمانوں نے تائید کیا اور قبول بھی کیا ہے اور اس پر بغیر کسی اعتراض کے عمل بھی ہوا ہے۔ ابوبکر کو عمر اور اس کے ہمراہیوں نے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد خلافت کیلئے شوریٰ کے ذریعہ چن لیا اور ابوبکر نے عمر کو اپنا جانشین چن لیا اور مسلمانوں نے بھی ابوبکر کی سفارش سے قبول کرلیا اور اس انتصاب کو مان لیا گیا۔ دوسری خلافت نے سقیفہ جیسی ایک شورائے خلافت بنائی جسمیں شش نفری کمیٹی بنی اور خاص چھ لوگوں کے نام اس کی رکنیت قرار دی گئی۔

یہ چھ لوگوں کے نام منشور خلافت، اعضاء شوریٰ کے نام انتصاب کرنا عمر کا کام تھا... عمر کی بیعت دوسرے اصحاب کی موافقت اور رضایت پر موقوف نہ تھی کیونکہ امام، اپنی جانشینی کے تعین میں دوسروں پر مقدم ہوتا ہے۔ (۱)

رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بے شمار حدیثوں میں دونوں فریق شیعہ سنی کی کتابوں میں ذکر ہے کہ آنحضرت نے امام علی ابن ابیطالب (علیہ السلام) اور ان کی اولاد کے بارے میں بارہا مختلف مناسبتوں سے اماموں کا نام بنام ذکر کردیا ہے۔

---

۱) ماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۱۰۷

علماء امامیہ اور امامت

الف﴾ امامت اصول دین

مذہب شیعہ کو مذہب امامیہ بھی کہا گیا ہے کیونکہ اس مسلک نے رسالت کی طرح امامت کو اصول دین سے جانا ہے اور یہ فقط اعتقادی نہیں بلکہ اس پر مکمل عمل کرنا ضروری ہے۔

امامت کی پیروی کیوں ضروری ہے دلیل

(۱) جو باتیں اغراض نبوت سے حاصل ہوتی ہیں، امامت سے بھی وہی سارے مقاصد حاصل ہوتے ہیں، امامت نبوت کا ہی سلسلہ ہدایت ہے اگر امامت کا مقصد ختم ہو گیا تو نبوت کا مقصد بھی ختم ہو جائے گا۔

(۲) امامت سے شریعت کی بنیادی چیزیں محفوظ ہو جاتی ہیں اور سماج کا نظم ونسق بہتر اور برتر ہو جاتا ہے۔

(۳) امام کی معرفت کے بغیر زندگی حقیقت میں جاہلانہ زندگی ہے۔ جو پاکیزہ حیات، سعادت و راحت اور طمانیت کے ہمراہ ہے وہ دین کی بدولت ہے۔

ب﴾ خدائی منصب

امامت ایک خدائی منصب ہے۔ خداوند متعال نبوت اور رسالت کو خود معین کرتا ہے، ہرگز ممکن نہیں ہے کہ ایک شخص لوگوں کے انتخاب سے اس درجہ نبوت پر فائز ہو سکے۔ امامت ایک مقدس خدائی منصب ہے لہذا ہرگز لوگوں اور اہل حل وعقد سے مقام امامت حاصل نہیں ہو سکتا ہے...

ج﴾ کمال کا آخری درجہ

امامت انسانی کمالات کا آخری درجہ ہوتا ہے، مثال کے طور پر جناب ابراہیم (علیہ السلام) کو خداوند عالم

نے عبدیت، نبوت، رسالت کی خاطر آزمالیا تو بتدریج درجات کو بھی بڑھاتا گیا اور آخر میں امامت کا درجہ عطا فرمایا ہے۔

﴿وَاِذِابتَلٰی اِبرَاهِیمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ..﴾(۱)

اسی طرح رسول اللہ (صلی اللہ علیہ آلہ وسلم) کو سرداری اور پیشوائی کامل حاصل تھی...

د﴾صاحب عصمت

امام کا معصوم بھی ہونا اسی آیت سے ثابت ہے۔ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ امامت کو ظلم وستم جیسی مکروہ خباثت وقباحت سے دور ہونا اور ظلم وشرک جیسے گناہوں سے پاک ہونا چاہئے۔ عدالت اور عصمت ابتداء حیات سے ہی ہونی چاہئے، خداوند عالم نے صاف لفظوں میں فرمادیا ہے اے ابراہیم! میرا عہدۂ امامت کسی ظالم کو نہیں مل سکتا ہے۔

امام صادق (علیہ السلام) سے حدیث نقل کی گئی ہے:

"قَد کَانَ اَبرَاهِیمَ نَبِیًا وَ لَیسَ بِاِمَام حَتیٰ قَالَ لَه"

جناب ابراہیم اسوقت تک صرف نبی تھے جب تک اللہ تعالی نے ان کے لئے نہیں فرمادیا کہ میں نے تجھے لوگوں کا امام بنایا۔ آگے آیت میں جب واضح طور پر فرمایا گیا:

﴿اِنّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا..﴾

بے شک میں نے تمھیں لوگوں کا امام بنایا۔

دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿لا یَنَالُ عَهدِی الظَّالِمِینَ﴾

(یہ عہدہ امامت کسی ظالم کو میسر نہیں ہوتا ہے)

"مَن عَبَدَ صَنَمًا اَو وَثَنًا لا یَکُون اَمَامًا"

---

۱) سورۂ بقرہ، آیت/۱۲۴

جس نے بت کی بندگی کر لی وہ امام نہیں ہو سکتا ہے۔(۱)

﴿یا بُنَیَّ لا تُشْرِکْ بِاللهِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ﴾(۲)

اے فرزند! خدائے سبحان کو کسی کا شریک نہ قرار دو کیونکہ شرک بڑا ظلم ہے۔

یہاں شرک بمعنی ظلم عظیم بعدالت عصمت کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ سرکار رسالت نے اپنی زندگی کا خاص حصہ گذارنے کے بعد اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے۔ اس وقت تک چند خاص افراد کے علاوہ اکثریت سے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

---

۱) المیزان فی القرآن، ج۱، ص۱۵۱

۲) سورۂ لقمان، آیت ۱۳

عصمت امامت کی دلیل

حدیث شریف بھی خاص طور سے جس کی سند اہل شیعہ اہل سنت کے منابع کتب میں اکثر حوالے پائے جاتے ہیں، وہ حدیث ثقلین ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

"انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و اھل بیتی و انھما لن یفترقا حتی یرد علی الحوض" بغیر شک قرآن ہر قسم کے انحراف والتباس سے مصون وامان میں ہے اور ممکن بھی نہیں کہ وحی الٰہی میں اس طرح کا کوئی احتمال، شک وشبہ پایا جائے کیونکہ بھیجنے والا خداوند عالم، لانے والا فرشتہ وحی اور حاصل کرنے والا پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات ہے سب کے سب ایسے ہیں جن سے خطا کا کوئی امکان نہیں ہے۔ جب کتاب خدا ایسی سچائی پر مبنی ہے اہل بیت رسول بھی ہر طرح کی لغزش واشتباہ سے پاک ہونگے کیونکہ اس حدیث میں عترت پیغمبر ارشاد ورہبری کے عنوان سے قرآن مجید کے قرین وہمراہ قرار دیا گیا ہے اور ایک ساتھ بیان کیا ہے لہٰذا عصمت وصداقت ایک جیسی ہوئی۔

اماموں کی عصمت کا سب سے روشن قرینہ یہی عبارت ہے کہ پیغمبر نے فرمایا ہے:

"لن یفترقا حتی یرد علی الحوض" یہ دونوں رہبری اور ہدایت میں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں گے۔

اب اگر اہل بیت رسول، خطا ولغزش سے امان میں نہ ہوتے تو قرآن کہ جس میں خطا کا امکان نہیں ہے جدا بیان کیا ہوتا جب کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک ساتھ بیان کیا ہے۔

البتہ مقصود پیغمبر اہل بیت سے نسبی وسببی سب نہیں، خاص عترت جنھوں نے تمام تاریخ میں امتوں کو حق و ہدایت کی روشنی دی ہے اور امت وشریعت کی حفاظت کی ہے۔

عصمت کے بیان میں ایک اور بیان یہ ہے کہ امر بالمعروف کے جملہ شرائط کو تلاش کریں تو کون ملے گا کہ جس میں کامل صفات موجود ہیں جو کہ اس کا اہل ہو؟

آج کی اصطلاح میں جو حکومتوں کو ادارہ کرنے کیلئے نہایت ضروری امر جانا گیا ہے وہ ہے ڈپلومیسی ارتباط اور معہدات وغیرہ۔ اسی پر نظام کی پائداری کا انحصار ہوتا ہے۔ خاص بات یہ کہ اس ڈپلومیس کے لئے اس کا کردار، فعل اور عمل صاف وشفاف ہونا چاہئے ورنہ حکومت اس پر اعتماد نہیں کرے گی۔ یہی طریقہ دینی ارتباط میں ہوا ہے، البتہ اہل دنیا نے اسی دین سے استفادہ کیا ہے، اگر نمائندہ ذراسی تبدیلی یا خیانت کردے تو پوری شریعت کا نظام درہم برہم ہوسکتا ہے، اسی نظم نظام اور انصرام کو درست رکھنے کے لئے خداوند عالم نے بھی نظام امامت میں ایک شرط عصمت کی رکھی ہوئی ہے۔

اگر کوئی خاص اختلاف دیکھا گیا ہے تو وہ بعد رسول نظام امامت کے مصادیق میں اختلافات کی پیداوار ہیں۔ حلال وحرام میں تبدیلیاں، بدعتیں اور جنگ صفین ونہروان اور جمل کا وقوع یہ سب کچھ امامت کو غیر اہل کے اختیار میں سونپ دینے سے ہوا ہے۔ ورنہ اصل امامت ہمیشہ اپنی جگہ مسلم اور محفوظ تھی اور رہے گی یہ تو ہر زمانہ میں خداوند عالم کے ذمہ رہا ہے۔

اہل زمین کی حفاظت

امام محمد باقر (علیہ السلام) فرماتے ہیں:

اگر زمین ایک لحہ بھی امام سے خالی ہو جائے تو زمین اپنے بسنے والوں کے ساتھ فنا ہو جائے گی، جس طرح دریا کی موجوں میں گھر کر انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔(۱)

اہل سنت کے ایک بڑے محدث ابراہیم جوینی شافعی امام زین العابدین (علیہ السلام) سے روایت نقل کرتے ہیں:

''اہل زمین کے محافظ ہم ہیں، جس طرح ستارے اہل آسمان کے محافظ ہیں، ہمارے واسطہ سے خداوند عالم آسمان اور زمین کو روکے ہوئے ہے تا کہ اس پر بسنے والے مضطرب نہ ہوں۔ خداوند عالم ہمارے واسطہ سے باران رحمت نازل کرتا ہے۔ زمین کی برکتوں کو باہر لاتا ہے اور اگر وہ جو کچھ زمین میں ہے، ہم میں سے نہ ہوتا تو زمین مع اپنے اہل کے تباہ و برباد ہو جائے''(۲)

شیخ صدوق امام رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں:

''بِنَا یُمسِکُ السَّمَاوَاتِ وَالارْضِ اَن تَزُوْلا''

خداوند متعال ہمارے وسیلہ سے زمین و آسمان کو روکے ہوئے ہے۔.(۳)

شیعہ کیوں ہوا؟

---

۱) نعمانی، کتاب الغیبۃ ص/۱۹۸

۲) ابراہیم ابن محمد جوینی خراسانی، فرائد السمطین ج/۱ ص/۴۵

۳) شیخ صدوق، کمال الدین وتمام النعمۃ، مکتبۃ الصدوق تہران ص/۲۳۲

پیش گفتار

حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین غلام رضا مہدوی (مدظلہ العالی)

نمائندۂ جامعۃ المصطفیٰ العالمیۃ (دہلی نو) جمہوری اسلامی ایران

اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی معرفت خدائے بے مثل و بے نظیر کی معرفت کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ اولیاء خدا اور ائمہ ہدیٰ ساری مخلوق کے درمیان اس پھول کی مانند ہیں جو درختوں کے جھرمٹ میں سرو کی مانند نمایاں ہوتے ہیں۔ بغیر شک ان کی معرفت کیلئے ایسے راستوں کو طے کرنا ہے جس کے ذریعہ معبود لامتناہی اور ملکوت ربانی میں حاضر ہونا ہے۔ ائمہ اہل بیت کو پہچاننے کے لئے تین بنیادی راستے ہمارے سامنے ہیں:

(۱) ائمہ اطہار کی شناخت، ان کی زندگی، سیرت و تاریخ کے مطالعہ اور اس میں غور و فکر کے ذریعہ سے ممکن ہے، اور یہ چیز بھی فراہم ہوگی کہ وہی ہماری زندگی کیلئے اسوہ اور نمونہ ہیں، ان اماموں کی زندگی کا ہر ایک بہترین لحہ شجر انسانیت کے چمکتے اور دمکتے برگ اور ثمر ہیں جیسا کہ قرآن رسول اللہ کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُولِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَہ﴾ ائمہ اطہار انتخاب راہ کیلئے سب سے بہترین نمونہ اور مثال ہیں۔ اس قسم کی معرفت اور پہچان ہماری زندگی کیلئے بہترین راستہ ہے۔ اس نظریہ کے مطابق ائمہ اطہار ایسے کامل انسان ہیں جو اللہ کے برگزیدہ ہیں لیکن سبھی صفات انسانی، خواہشات نفسانی اور غرائز جسمانی کے حامل ہونے کے بعد بھی عصمت اور طہارت کو ہی انسانی زندگی کا آئیڈئل اور نمونہ عمل قرار دیتے ہیں۔ ہر چند مولائے متقیان امیر المومنین علیہ السلام کے فرمان کے مطابق ﴿ألا وانکم لا تقدرون علی ذالک﴾ ہم ائمہ اطہار کے مثل اور ان کی طرح کبھی نہیں ہو سکتے ہیں لیکن ان بزرگوں کے وجود مبارک سے قریب تو ہو سکتے ہیں اور ان کے راستہ پر چل سکتے ہیں۔

علامہ کبیر مجاہد بزرگ شیخ محمد مرعی امین انطاکی (متولد ۱۳۱۴ھ) نے اپنی مشہور اور اہم ترین کتاب میں لماذا اخترت مذہب الشیعہ ..میں نے مذہب اہل بیت انتخاب کیوں کیا ہے! اس کا سبب یہ آیتیں ہیں: ولایت، آیت تطہیر، آیت مباہلہ، آیت مودت، آیت صلاۃ، آیت تبلیغ، حدیث غدیر اور میدان غدیر خم میں امیر المومنین کی ولایت وخلافت پر قوم کا تبریک وتہنیت، حدیث ثقلین، حدیث منزلت، حدیث سفینہ، حدیث مدینہ علم اور وہ روایتیں جو رسول اللہ کے بارہ جانشینوں سے مخصوص ہیں۔

قطب عالم کی بقا

مولانا امیر المومنین (علیہ السلام) فرماتے ہیں: خدا کی قسم! آگاہ ہو جاؤ! (ابن ابی قحافہ) نے لباس خلافت کو اپنے جسم پر ڈال لیا درانحالیکہ وہ بہتر جانتا تھا کہ خلافت (اور حکومت اسلامی) میں میری موقعیت، محوریت کی تھی جو چکی کے کھونٹے کی ہوتی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میرے وجود سے علم کا سیلاب جاری ہے۔ (۱)

الشیخ شہاب الدین السہروردی کا کہنا ہے:

عالم کبھی بھی خلیفہ سے خالی نہیں ہوگا، جس کو ارباب المکاشفہ اور ارباب المشاہدۃ القطب کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ مخفی اور پوشیدہ ہی کیوں نہ ہو، رہ گیا پورا نظام کائنات اسی کی تدبیر سے چلتا اور اسی کے اختیار میں ہوتا ہے۔ زمانہ اسی کے دم سے منور ہوتا ہے، اور اگر زمانہ اس کے مدبر وجود سے خالی ہو تو ظلمت وتیرگی کا غلبہ ہوگا۔ (۲)

علاوہ برایں بشرح الفصوص میں کہا گیا ہے کہ عالم اس وقت تک اپنی حالت پر باقی رہے گا، جب تک یہ انسان کامل واکمل باقی رہے گا۔ یہ انسان کامل خداوند عالم کے خزانہ وجود میں موجود رہتا ہے، اللہ اس کو مخلوق کیلئے محفوظ رکھتا ہے، یہی انسان کامل یا امام معصوم حفظ عالم کا رمز طلسم ہوتا ہے، دنیا میں اسماء حسنہ کا مظہر اور اسماء الہی کے تاثیر کی تدبیروں کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

---

۱) نہج البلاغہ خ ۳ ص ۴۶ / فیض الاسلام، آگے خ ۱۱۸

۲) سلونی قبل ان تفقدونی: الشیخ محمد رضا الحکیمی ص ۳۷۷

امامت ورسالت کا الوہیت سے اتصال

امام کے وجود کا عقیدہ ہر مسلک میں ہے، تمام فرقہ کے مطابق امام کی پیروی لازم ہے، جب امت پر ایک امام کا ہونا واجب ہے تو لازم آتا ہے کہ وہ عادل ہو اور قوانین الٰہی کا نفاذ کر سکے کیونکہ جب تک عدالت نہ ہوگی نفاذ میں یکسانیت نہیں ہوگی اب وجود امامت اور اس کے وجوب اور ضرورت پر سب کا اتفاق ہے اگرچہ کیفیت میں اختلاف ہے۔

یہ بات بھی مسلم ہے کہ قرآنی اصول میں توحید، نبوت، امامت اور قیامت میں سب سے زیادہ تاکید امامت کے لئے کی گئی ہے اور اللہ کے بعد اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بھی سب سے زیادہ سفارش امامت کے لئے کی ہے۔

امام علی (علیہ السلام) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے فرماتے ہیں:

"شُرکائی الَّذینَ قَرَنَهُم اللهُ بِنَفسِهِ وَ بِی وَ اَنزَلَ فِیهِم"

﴿اَطِیعُوا اللهَ وَ اَطِیعُوا الرَّسُولَ وَ اُولِی الاَمرِ مِنکُم﴾

فِاِن خِفتُم تَنَازُعَا فِی اَمرٍ فَارجِعُوهُ اَلی اللهِ وَالرَّسُولِ وَاُولِی الاَمر، قُلتُ: یَا نَبِی اللهِ، مَن هُم؟ قَالَ: اَنتَ اَوَّلُهُم. (۱)

امام باقر (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے قول کی روشنی میں:

﴿یَا اَیُّهَا الَّذینَ آمَنُوا اَطِیعُوا اللهَ وَ اَطِیعُوا الرَّسُولَ وَ اُولِی الاَمرِ مِنکُم﴾

---

۱) شواہد التنزیل ج ۱/ ۱۸۹/ ۲۰۲، خ اہلبیت/ ۱۵۰

اَيَانَا عَنَى خَاصَّةً، اَمْ جَمِيعَ المُؤمِنِينَ اِلَى يَوْمِ القِيَامَةِ بِطَاعَتِنَا.

(ابو بصیر سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ سے سوال کیا:

سَأَلْتُ اَبَاعَبدِ اللّٰهِ عَن قَولِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ:

﴿يَا اَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اَطِيعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ اُولِى الاَمرِ مِنكُم﴾

فَقَالَ: نَزَلَتْ فِى عَلِى ابنِ اَبِى طَالِب وَ الحَسَنِ وَ الحُسَيْنِ (ع).

فَقُلتُ لَهُ اِنَّ النَّاسَ يَقُولُونَ:

فَمَا لَهُ لَمْ يُسَمِّ عَلِيًّا وَاَهلَ بَيتِهِ (ع) فِى كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ؟ فَقَالَ: قُولُوا لَهُمْ:

اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ (ص) نَزَلَتْ عَلَيهِ الصَّلاةُ وَلَمْ يُسَمِّ اللّٰهُ لَهُم ثَلَاثاً وَ لَا اَربَعاً حَتّٰى كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ هُوَ الَّذِى فَسَّرَ ذَالِكَ لَهُمْ، وَنَزَلَتْ عَلَيهِ الزَّكَاةُ وَلَمْ يُسَمِّ لَهُمْ مِن كُلِّ اَربَعِينَ دِرهَمًا دِرهَم حَتّٰى كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ هُوَ الَّذِى فَسَّرَ ذَالِكَ لَهُمْ، وَنَزَلَ الحَجّ فَلَمْ يَقُلْ لَهُمْ طُوفُوا اُسبُوعًا حَتّٰى كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ فَسَّرَ ذَالِكَ لَهُمْ، وَ نَزَلَتْ:

﴿اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ اُولِى الاَمرِ مِنكُم﴾ (۱)

اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی پیروی کرو اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیروی کرو اور جو تم میں سے صاحبان امر ہیں ان کی پیروی کرو۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: آیت امام علی ابن ابیطالب، امام حسن اور امام حسین (علیہم السلام) کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میں نے کہا: لوگ کہتے ہیں۔

علی ابن ابیطالب اور اہل بیت کا نام اللہ کی کتاب میں ذکر نہیں ہوا ہے!

امام (علیہ السلام) نے فرمایا: ان لوگوں سے کہو! رسول اللہ پر نماز کا حکم نازل ہوا لیکن کسی نے نہیں کہا تین رکعت یا چار رکعت، جب تک رسول نے لوگوں کو نہیں بتا دیا۔ زکات کا حکم نازل ہوا لیکن اس کے بارے

---

۱) سورۂ نساء، آیت ۵۹

میں ہوا لیکن انہیں نہیں بتایا گیا سات چکر لگا ئیں، یہاں تک کہ رسول اللہ نے لوگوں کیلئے اس کی تفسیر بیان کی۔
اور یہ آیت نازل ہوئی: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی پیروی کرو اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیروی کرو اور اس کی جو تم میں سے صاحب امر ہے اس کی پیروی کرو۔

"وَنَزَلَتْ فِی عَلِیٍّ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ فِی عَلِیٍّ: مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ." (۱)

امام صادق (علیہ السلام) اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ﴾ (۲)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور صاحب امر کی اطاعت کرو۔

وَاُوْلِی الْاَمْرِ هُمُ الْاَئِمَّةُ مِنْ اَهْلِ الْبَیْتِ (ع) (۳)

اور صاحب امر سے مراد ائمہ اہل بیت علیہم السلام ہیں۔

---

۱) الکافی ۱ر ص ۲۸۶، ج ۱ر، خ اہلبیت ۱۵۱، الکافی: ج ۱ر ص ۲۸۷
۲) سورۂ نساء، آیت ۵۹
۳) خ اہلبیت ۱۵۲، ینابیع المودة، ۱ر ۳۴۱ ر ۲، المناقب لابن شہر آشوب ۳ر ۱۵

نظام امامت میں توحیدی شاہکار

پیغمبروں کی آمد اور نزول وحی کا مقصد لوگوں میں عدالت وانصاف کا نفاذ واجرا کرنا ہے جو تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔ اگر عدالت نہ ہو تو کوئی خیر وفضیلت باقی نہ رہ پائے گی۔ ایسا اس وقت ہوگا جب حکومت الٰہی ہوگی اسلام اور قرآن انسانوں پر حاکم ہوگا کیونکہ انسان، انسان پر حاکم نہیں ہوسکتا اور انسان کو انسان کی حکومت کے ماتحت نہیں جانا چاہئے۔

امام علی (علیہ السلام) کا ارشاد ہے اللہ تعالی نے تمھیں آزاد خلق فرمایا ہے، اس لئے اس کے علاوہ کسی دوسرے کے بندے نہ بن جاؤ۔

"وَلا تَكُنْ عَبْدَ غَيْرِكَ وَقَدْ جَعَلَكَ اللهُ حُرًّا "(۱)

اس طرح پیغمبر خلافت الٰہی کے حاکم اور ان کے بعد امام بھی خدا کی جانب سے حاکم ہیں لہذا نظام امامت ولایت خدا کی جانب سے ہونا چاہئے۔

یہاں انسان کی آزادی کا مطلب صرف خداوند عالم اور اسکے نمائندے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیروی اور اسطرح امامت کی پیروی اور محبت کرنا ہے، یعنی نبی اکرم کی طرح اماموں کی ولایت میں انسان رہے، اس کے علاوہ کسی بھی حاکمیت اور اس کے تحت تسلط نہیں رہنا چاہئے۔

---

۱) محمد عبدہ شرح نہج البلاغہ، نامہ ر۳۱، ج ر۳ ص ر۵۱

امامت کا نظام

امامت کا درست مصداق، اس کی شناخت ضروری ہے اور امام کی عدم معرفت گمراہی و جہالت ہے:

خلاصہ: امامت دین میں ایک اصول اور اس پر اعتقاد رکھنا توحید و نبوت اور معاد کے ہم پلہ ہے۔ امامیہ مسلک میں امامت سلسلہ نبوت کا ہی ایک وظیفہ ہے اور امام وہ بھی وظائف کو جو پیغمبر کا تھا، انجام دیتا ہے۔

امامیہ مکتب فکر کے مطابق پیغمبروں کی بعثت میں جو حکمت عملی ہوتی ہے وہی حکمت امام کے نصب کے لئے بھی ہوتی ہے۔ مکتب اہل سنت کے اشاعرہ و معتزلہ میں امامت کیلئے ایک فرعی حیثیت اور سماجی مقام و منصب تسلیم کیا گیا ہے اور امت مسلمہ اسی کو اتخاذ کرتی آئی ہے۔ ان کے نزدیک امامت کو فروع دین سے جانا گیا ہے اور وہ احکام الٰہی کے اجرا کے لئے ہوتا ہے کیونکہ احکام جہاد بغیر امام کے ممکن نہیں ہے۔

چنانچہ نبیوں کے عہدوں میں جب صحیفۂ آسمانی کا نزول بتدریج ہوتا گیا اور متن کتاب، اس کے حدود، دائرۂ احکام و تعلیم میں اضافہ ہوتا رہا، علم و حکمت میں وسعت ہوتی رہی، آخر میں سب سے جامع اور کامل صحیفہ قرآن کی شکل میں خاتم الانبیا محمد مصطفٰی پر نازل ہوا ہے، جو قیامت تک کی بشریت کا جواب دہ ہے، آنحضرت کے بعد اس صحیفہ کی ساری ذمہ داریاں بھی امامت کے سپرد ہوتیں ہیں، جو اس قرآن کے تقاضوں کو تا قیامت ارتقائے انسانیت کے حقیقی سیر تکامل تک عملی طور پر آگے بڑھاتے رہیں گے۔ جیسے قرآن مجید میں یہ تاثیر ہے کہ قیامت تک کی ضرورتوں کا جواب دہ ہو سکے اسی طرح وارثان قرآن، مفسران قرآن میں بھی بڑے کمالات پائے گئے ہیں جو ہر زمانے کے مسائل کا جواب دہ ہوں گے۔

باب (سوم)

امامت اور امت کے وظائف

انبیاء بھی امام تھے!

امامت کا نبوت سے رابطہ

امت کو کمال ہدایت کی ضرورت ہے!

آخری دم تک وظیفہ پر عمل کرتا ہے!!

انبیاء بھی امام تھے

امامت: خداوند عالم کی جانب سے ایک عہد و پیان اور نمائندگی ہے جو اس کے لائق و سزاوار افراد سے معین اور متعلق ہوتا ہے۔

امامت:

امامت کا عہدہ عام نبوت و رسالت سے بلند ترین اور مقدس ترین مقام و مرتبہ ہے۔ جیسا کہ نبی اس کو کہتے ہیں جو حامل وحی ہوتا ہے۔ تبلیغ امور تشکیل حکومت پر مامور نہیں ہوتا ہے مگر یہ کہ لوگ مطالبہ اور حمایت کریں پھر تو وہ ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے۔ تاریخ انبیاء میں نبیوں کے بارے میں ثبوت و شواہد بھی موجود ہیں کہ بعض نبی صاحب حکومت و اقتدار گذرے ہیں۔

رسالت:

وہ بلند مقام ہے کہ نزول وحی کے بعد نبی اس امر کو لوگوں تک پہنچائے نیز لوگوں کی تعلیم اور تربیت کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے۔ جب ہی وہ نبی اپنے فریضہ سے سبک دوش ہو سکتا ہے۔

نبوت و رسالت دونوں نفوس قدسی کو قبول کرتے ہیں لیکن ابلاغ کرنا یا نہ کرنا وقت کے حالات پر منحصر ہے۔ اسی طرح ہر صاحب نبوت اور ولایت کو علم لدنی ہوتا ہے، جیسے جناب خضر علیہ السلام کو یہ مرتبہ حاصل تھا۔ (۱)

﴿وَعَلَّمنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلماً﴾ (۲) اور ہم نے انھیں ایک خاص علم عطا کیا ہے۔

---

۱) تفسیر المحیط الاعظم ج ۱ ص ۴۷۶

سورہ کہف آیت ۶۵

امامت کا بھی مقام و مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ قانون الٰہی کو معاشرہ میں عملی طور پر نافذ کرتا ہے، لوگوں کی تعلیم اور تربیت کا ذمہ دار اور عدل و انصاف کی حکومت کو تشکیل دیکر انسانوں کو کمال معنوی کی رہنمائی کرتا ہے۔

بہت سے نبی امامت کے درجہ پر بھی فائز ہوئے ہیں، پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چونکہ خاتم الانبیاء تھے، آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں آیا، لہذا آنے والے زمانے کیلئے ایسی قیادت اور امامت کی یقیناً ضرورت تھی جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اہداف کو زندہ اور باقی رکھ سکے۔ خاص طور سے امامت کی سنگین ذمہ داریوں کو انجام دے سکے۔

فرق یہ ہوا کہ انبیاء کا وظیفہ ہے کہ مخلوق کو ارائہ الطریق یعنی لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے اور امام ایصال الی المطلوب یعنی راستہ دکھانے کے ساتھ ساتھ اس کی دستگیری کر کے مطلوب و مقصود تک پہنچاتا ہے۔۔ کیونکہ عالم ملکوت تک دسترسی ہوتی ہے۔۔۔(۱)

﴿وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (۲)

ظاہر آیت سے جانا گیا کہ ملکوت سے جناب ابراہیم کے یقین میں اضافہ کرنا مقصود تھا، یقین ملکوت کے مشاہدات سے متعلق تھا لیکن امام کا مقام وہ ہوتا ہے کہ عالم ملکوت اس پر ظاہر و کشف ہوتا ہے۔ امام کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر مکمل یقین ہوتا ہے۔

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۗ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ﴾ (۳)

ملکوت یعنی اس عالم کا امور باطنی مراد ہے۔۔۔ چنانچہ یہ اللہ کی مملکت کے لئے بولا جاتا ہے۔ (۴)

الکافی (۲۹۳۹) ابو عبد اللہ سے روایت نقل کی گئی ہے: فرمایا، جانتے ہو اللہ کی طرف سے رسول لوگوں پر

---

۱) علامہ طباطبائی: میزان، ج ۱، ص ۲۷۲

۲) سورۂ انعام، آیت ۷۵

۳) سورۂ سجدہ، آیت ۲۴

۴) لغات القرآن ج ۶، ص ۱۵۵۷

حجت تھے؟ کہا ہاں! پوچھا جس وقت رسول کی رحلت ہوئی لوگوں پر حجت خدا کون ہوا؟ جواب دیا قرآن!..
اس کے بعد قرآن میں دقت کی... جان لیا کہ قرآن بغیر کسی قیم کے حجت نہیں ہو سکتا...

فَقُلتُ لَهُم: مَن قَيِّمُ القرآن؟فَقالُوا:ابن مَسْعُود قَد كَانَ يَعلَمُ، وَعُمَرِيَعلَم، وَحُذَيفه يَعْلَم.

ان سے کہا: قرآن کا قیم کون ہے؟ جواب دیا ابن مسعود جانتے ہیں، عمر کو علم ہے حذیفہ جانتے ہیں۔ اس کے بعد کسی کو نہیں پایا جو کہے کہ وہ تمام قرآن کا علم رکھتا ہو!

"فَلَم أجِدُ أحَداً يُقالَ: أنّه يَعرِف ذٰلِكَ كُلّه اِلاّ عَلِيّاً (عليه السّلام) وَاِذا كانَ الشَّیءُ بَينَ القَومِ فَقالَ هذا: لا أدرِی وَ قَالَ هذا: لا أدرِیْ وَقالَ هذا ، لا أدرِی وَ قَالَ هذا: اَنا أدرِیْ، فاشهد أنّ عَلِيّاً (عليه السّلام) كَانَ قَيِّمَ القرآن وَ كَانَت طَاعَتُه مُفتَرِضَةً وَكانَ الحُجَّة عَلَى النّاسِ بَعدَ رَسُولِ اللّهِ (صلى الله عليه و آله) وَأنَّ ما قَالَ فِي القُرآنِ فَهُوَحَقٌّ."

فَقالَ رَحِمَكَ اللّهُ.

سوائے علی ابن ابیطالب (علیہ السلام) کے کسی کو نہیں پایا جسکو اس کا علم ہو کیونکہ قوم میں جب کسی سے پوچھا گیا تو کہا: نہیں معلوم اور کہا یہ: نہیں معلوم۔ اور یہی امام سے پوچھا گیا تو کہا میں جانتا ہوں، لہذا اب شہادت دو کہ امام علی (علیہ السلام) قرآن کے قیم ہیں اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد ان کی اطاعت فرض ہے جو کچھ انھوں نے امام کے بارے میں کہا وہ حق ہے فرمایا: اللہ تجھ پر رحم کرے۔(۱)

"..أنّ عَلِيَّ ابنَ أبيطَالِب (عليه السّلام)لَم يَذهَبْ حَتّى تَرَكَ حُجَّةً مِن بَعْدِهِ كَمَا تَرَكَ رَسُولِ اللّهِ حُجَّةً مِن بَعْدِه ، وَأنّ الحُجَّةَ مِنْ بَعْدَ عَلِيّ (عليه السّلام) الحَسَنِ أبنِ عَلِيّ (ع) وَ أشهَدُ عَلَى الحَسَنِ ابنِ عَلِيّ (ع) أنّهُ كَانَ الحُجَّةَ وَأن طَاعَتَه مُفتَرِضَة . فَقُبلتُ رَاسَه وَ قُلتُ:أشهَدُ عَلَى الحَسَنِ أبنِ عَلِيّ (ع) أنَّه لَم يَذهَبْ حَتّیٰ تَرَكَ حُجَّةً مِن بَعدِه..."

امام علی (علیہ السلام) نے اس عالم کو چ نہیں کیا جب تک اپنا جانشین نہیں معین کیا، جسطرح رسول (اللہ صلی

۱) الکافی، ج ۱ص ۱۸۸ ح ۲، یہی حدیث (علل الشرائع ص ۱۹۲ ح ۱) ۲۹۴۰۔ علل الشرائع میں بھی نقل ہے۔

(۲) ائمہ اطہار کی معرفت کا دوسرا راستہ، خود وہی حضرات اپنے آپ کی پہچان ہیں۔ جیسا کہ امام معصوم کے یہاں خود اپنی تعریف کا کوئی تمائل نہیں پایا گیا ہے، پھر بھی لوگوں کیلئے اہلبیت اور ائمہ اطہار کے مقام کی طرف اتمام حجت کے طور پر اشارہ کیا ہے، یا امیر المومنین علیہ السلام کے فصیح و بلیغ کلام نہج البلاغہ میں امامت اور اہل بیت کے مقام کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس قسم کی معرفت میں معنوی اور الٰہی نکتہ نظر سے امام کے بارے میں شناخت حاصل کریں گے تا کہ ایمان کے استحکام اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی ولایت، عشق اور محبت کو تقویت پہنچے، جو معرفت و شناخت میں سب سے سزاوار اور شائستہ راستہ ہے۔

(۳) ائمہ اطہار کی معرفت کا تیسرا راستہ ذات بے مثال اور لا متناہی خداوند عالم کی شناخت ہے کیونکہ وہی احسن الخالقین ہے، اس کے ہاتھوں کے ساختہ و پرداختہ اور تربیت کردہ، جو جلوۂ الٰہی کے مظہر، عالم اور بصیر ہیں۔ اس قسم میں خداوند عالم امام کو جس طرح سے خلق فرمایا ہے، ان کو لوگوں کی ہدایت کیلئے مامور بنایا ہے، توصیف کی ہے ﴿وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا﴾ امام امر خدا کی ہدایت کرتا ہے، اور امر کی ہدایت یعنی ہر طریقہ سے دلوں کو جذب و ملتفت کرنا اور بشریت کے دلوں میں معنویت کا نفوذ کرنا امام کا ہدف ہوتا ہے۔ اس قسم کی معرفت میں امامت نبوت سے بالاتر ہے، اور پیغمبر، رسالت و نبوت کے بعد امامت کے مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں، جس طرح ابراہیم خلیل الرحمٰن نبوت کے بعد امام ہوئے۔

یہ کتاب جو آپ کے سامنے ہے، ائمہ علیہم السلام کی معرفت کے بارے میں مفید اور پر اہمیت ہے، جس کو جناب فاضل مکرم اور محقق توانا حجۃ الاسلام والمسلمین زاہد علی ہندی جلال پوری نے تالیف کی ہے۔ حبل اللہ المتین سے تمسک اور اس راستہ کی جانب بڑھنے کا ایک بہترین طریقہ ہے۔ امید ہے کہ خداوند عالم قبول فرمائے اور خوانندگان خاص طور سے طلاب اور جوانوں تک افادیت عام ہو سکے۔

غلام رضا مہدوی

نمائندہ جامعۃ المصطفیٰ العالمیۃ جمہوری اسلامی ایران (ہندوستان) ۰۰۹۱_۱۱۲۳۳۸۸۴۵۹

The Reperesntative Al Mustafa Internaational University Iran۴۵۵

اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے بعد کے لئے حجت اور جانشین چھوڑا۔ امام علی (علیہ السلام) کے بعد حجت خدا حسن ابن علی (علیہ السلام) ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ امام حسن حجت خدا جنکی پیروی فرض ہے۔ اور فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ امام دنیا سے نہیں گے یہاں تک کہ اپنے بعد امام حسین علیہ السلام کو حجت خدا معین کیا۔(۱)

الاصول من الکافی، کتاب الحجہ ح/۶۴۰، الکتب الاربعہ ج/۱ ۵۶

وسط حدیث میں آیا ہے اگر کہیں کہ راسخون فی العلم کون ہے؟ تو کہو اس میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے، پوچھیں وہ کس کیلئے ہے کہو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے مالک وحامل ہیں جب کہیں آنحضرت نے پہنچایا ،تو پوچھو کہ وہ رحلت فرما چکے ،ان کے بعد جانشین رسول وہ علم جانتے ہیں کہ جسمیں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

.فَإن قَالُوا مَن الرَّاسِخُونَ فِي العِلمِ فَقُل مَن لا يَختَلِفُ فِي عِلمِهِ فَإن قَالُوا فَمَن هُو ذَاکَ فَقُل کَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَاحِبَ ذَلک فَهَل بَلَغ أو لا فَإن قَالُوا قَد بَلَغَ فَقُل فَهَلْ مَاتَ وَ الخَلِيفَةُ مِن بَعدِهِ يَعلَمُ عِلماً لَيسَ فِيهِ اختِلافٌ فَإنْ قَالُوا لا فَقُل أنَّ خَلِيفَةَ رَسُولِ اللّٰهِ مُؤيَّد وَلا يَستَخلِفَ رَسُولُ اللّٰهِ الا مَن يَحكُم بِحُکمِهِ وَ ألا مَن يَکُونَ مِثلَهُ الا النُّبُوَّةَ وَ أن کَانَ رَسُولُ اللّٰهِ لَم يَستَخلِف فِي عِلمِهِ أحَداً فَقَد ضَيَّعَ مَن فِي أصلابِ الرِّجَالِ مِمَّنْ يَکُونُ بَعدَهُ..

حدیث کے وسط میں آیا ہے، پوچھا راسخون فی العلم کون ہے۔ کہو جس کے علم میں اختلاف نہیں ہے جب پوچھیں وہ کون ہے تو کہو رسول اللہ اسکے مالک تھے اور کیا ابلاغ ہوا یا نہیں، جب کہیں ابلاغ ہوا تو کہو وہ رحلت کر گئے۔ اس کے بعد جانشین رسول اللہ جو ان کے علم کے حامل تھے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اور اگر کہیں کہ نہیں اسکے حامل رسول تھے اور اپنے مابعد جانشین میں کسی کو علم میں نائب نہیں بنایا اور رسول کے بعد وہ علم ضائع ہو گیا، ان کے بعد کا خلیفہ وہ علم (راسخون فی العلم) جانتا ہے کہ جس میں اختلاف نہیں ہے۔

اور امام علی ابن ابیطالب (علیہ السلام) کے لئے سارے اہل علم و دانش یہاں تک کہ خلفاء جو امام کی جگہ قابض ہو گئے تھے وہ بھی امام علی (علیہ السلام) کے علم وفہم کا کلمہ پڑھتے تھے۔

---

۱) موسوعۃ الامام الصادق (علیہ السلام) ج/۱، ص ۱۳،

شیعہ علماء کا اتفاق ہے کہ رسول خدا کے بعد بغیر شک حضرت علی ابن ابیطالب امام ہیں۔اہل سنت کا کہنا ہے کہ ابوبکر ابن ابی قحافہ پھر عمر ابن خطاب پھر عثمان ابن عفان اور اس کے بعد علی ابن ابیطالب (علیہ السلام) امام ہیں۔یہ بات عقل وروایت کے خلاف ہے۔

(اول) دلیل عقلی: حضرت علی ابن ابیطالب کی امامت پر چند دلیل دلالت کرتی ہے۔

(۱) امام کا معصوم ہونا واجب ہے، اور امام علی (علیہ السلام) کے علاوہ کسی نے معصوم ہونے کا دعوی نہیں کیا ہے اور اس بات پر اتفاق ہے کہ علی ابن ابیطالب معصوم ہیں، لہذا علی ابن ابیطالب کی امامت ثابت ہے۔

(۲) امام کے لئے شرط ہے کہ اس امام نے ان سے پہلے معصیت ومظالم نہ کیا ہو، اور خلفاء ثلاثہ کے لئے ثابت ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے بتوں کی عبادت کی ہے۔شرک میں زندگی بسر کی ہے لہذا ان سب میں علی ابن ابیطالب ہی باقی بچتے ہیں کہ جنھوں نے کبھی کوئی شرک اور ظلم نہیں کیا چنانچہ بات ثابت ہے کہ سوائے امام علی (علیہ السلام) کے دوسرا کوئی امام نہیں ہوسکتا، لہذا طے شدہ بات یہ ہوئی کہ آپ امام ہیں۔

(۳) امام کا منصوص من جانب اللہ ہونا واجب ہے، اور سوائے علی ابن ابیطالب کے کسی اور کی امامت کیلئے نص نہیں لہذا آپ کا اتفاق رائے سے امام ہونا ثابت ہے۔

(۴) امام کا سب سے افضل ہونا واجب ہوتا ہے، اور یہ فضیلت بھی علی ابن ابیطالب کے علاوہ کسی اور کو نہیں حاصل ہے لہذا معین و مشخص ہوا کہ علی ابن ابیطالب ہی امام ہیں۔

(۵) امامت ایک ایسی عام ریاست ہے جو بغیر علم وحکمت قوت ادارت، زہد، ایمان، عبادت، ریاضت، کرامت اور شجاعت کے محقق اور ثابت نہیں ہوسکتی اور یہ سارے صفات علی ابن ابیطالب میں بدرجہ اتم واکمل موجود تھے لہذا علی ابن ابیطالب کی امامت ثابت ہے۔

امامت کا نبوت سے رابطہ

نبوت کی بحث، امامت کی تکمیل اور تحقیق کے لئے ضروری ہے۔

لغت میں نبی کے چند معنوں کا ذکر ہوا ہے:

خبیر، مخبر، روشن راستہ، بلند مقام۔

ان مذکورہ معنی میں آخر کے دو معنی میں امام کا معنی اور مفہوم مشترک ہے یعنی امامت کے معنی روشن راستہ اور بلند مقام کے ہیں۔

اکثر مقامات میں امامت شریک نبوت ہے۔ اولوالعزم پیغمبر جیسے جناب ابراہیم علیہ السلام امامت کے درجہ پر فائز بھی ہوئے ہیں۔ اس سے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا درجہ نبوت وامامت پر جمع ہونا بھی ثابت ہے ہاں ایسا ممکن ہے کہ ایک شخص امام ہو لیکن نبی نہ ہو، اگر چہ کسی امام کے نبی ہونے کا کوئی لازمہ نہیں ہے۔ رہ گیا بحث اس میں ہے کہ کیا کوئی پیغمبر ہو اور امام نہ ہو، ایسا ممکن ہے؟

اس سلسلہ میں چند نظریہ پایا گیا ہے:

(۱) بہت سے علماء امامیہ، دانشمند حضرات قائل ہیں کہ امامت: قیادت اور پیشوائی ہے۔ لغت میں بھی یہی مراد لیا گیا ہے اور امام جماعت کا بھی یہی مطلب ہے۔ نبی کے یہی معنی ممکن ہیں کیونکہ ہر نبی لوگوں کی رہبری اور پیشوائی کرتا ہے، اس کا قول اور فعل حجت ہوتا ہے، اور اس کو ماننا ضروری ہوتا ہے۔

(۲) امام یعنی مقتدا، جس طرح نماز کی اقتدا کیلئے ایک امام ہوتا ہے اسیطرح رسول کی جانشینی کیلئے اللہ نے شریعت کے تمام مسائل میں اقتدا کیلئے امام ہادی بنایا ہے چونکہ تمام امور میں امام ہوتا ہے، اس لئے دلیل عقلی کی بنا پر نبوت کی طرح امامت میں عمومیت پائی جاتی ہے، اور اللہ نے مقام امامت کو لطف ومنت بتایا ہے۔ لہذا

شان امامت [illegible] اور یہی ہے کہ اعلیٰ درجہ کی امامت مراد ہو اور یہی مراد خدا بھی ہے ورنہ اس سے نیچے درجہ کی امامت جیسے [illegible] تیہ، امام جماعت.. مراد لیا جائے جو امامت کی شان کے برخلاف ہے جبکہ اللہ نے اس مقام عظمیٰ یعنی اما[illegible] لیے فرمایا ہے: ﴿وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا﴾ (۱)

(۳) ایسا [illegible] ہے ایک شخص پیغمبر ہو اور ساتھ ہی امت اور سماج کی قیادت کرنے والا امام بھی ہو، حکومت تشکیل دے [illegible] خواہ جہاد، حدود و تعزیرات وغیرہ کا اجرا نہ کر سکتا ہو۔

ممکن ہے [illegible] پیغمبر مبعوث برسالت ہو اور صرف مخلوق کی مصلحت کو ابلاغ کرنے کا ہی مکلف ہو۔ ایک مثال دی جاتی [illegible] انبیاء کا کام صرف ایڈریس بتانا، اور امام کا کام مخلوق خدا کا ہاتھ پکڑ کر ہدایت تک پہنچانا ہے کیونکہ امام ام[illegible]ت پر صاحب اختیار ہوتا ہے جس کے مطابق کار ہدایت انجام دیتا ہے۔

(۳) کچھ [illegible]م و دانش کا کہنا ہے کہ جس طرح پیغمبر میں عصمت ضروری ہے، امامت اور قیادت کیلئے بھی عصمت ضر[illegible]۔ (۲)

---

۱) سلونی قبل [illegible]نی۔ ص/۳۷۹

۲) شیخ طوسی [illegible] انشر ص/۱۱۳۔۱۱۴، علامہ طباطبائی: میزان، ج ۱/ ص/۲۷۲۔ ج ۱۲/ ص/۳۰۴۔
جوادی آملی [illegible]تی و رہبری، ص/۱۲۱

امیر المومنین علی بن ابیطالب (علیہ السلام) کی امامت کے شواہد

حاکم حسکانی حنفی نیشاپوری نے اپنی کتاب شواہد التنزیل میں اہل سنت سے نقل کیا ہے کہ قرآن کریم میں بارہ سو آیت خاص طور سے امام علی کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ اسی طرح سنت متواترہ بھی دونوں فریق شیعہ سنی سے بیان ہوئیں ہیں، جو امام علی کی امامت پر دلالت کرتی ہیں۔ جن میں سے بعض آیات، روایات کو اجمالی طور پر ذکر کرتے ہیں:

(۱) ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾(۱)

مسلمانوں! تمہارا ولی خود اللہ ہے، اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں جو نماز کا اقامہ کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔

آیت کے متعلق

اہل سنت کے سب سے بڑے مفسر امام فخر رازی کا بیان معنی ولایت کے بارے میں دو احتمال بتایا گیا ہے۔

(۱) ناصر (۲) متصرف۔ (۲)

آلوسی کے بقول: آیت امامت کے موضوع پر دلالت کرتی ہے کیونکہ وہ تمام امور میں تصرف رکھتے ہیں۔

یہ ولایت: متصل ہے اللہ جل جلالہ اس کے رسول کی ولایت سے جو تمام امور میں حق تصرف رکھتا ہے۔ (۳)

---

۱) سورۂ مائدہ آیت ۵۵

۲) تفسیر فخر رازی ج ۱۲ ص ۲۰۔ سورۂ مائدہ آیت ۵۵ کے ضمن میں

۳) تفسیر آلوسی روح المعانی ج ۶ ص ۱۶۷۔

معنی ولایت لوگوں کے تمام امور و حالات میں حق تصرف رکھنا ہے۔ اس آیت ولایت میں تین مراتب ولایت کا ذکر ہے جو مندرجہ ذیل ترتیب سے مذکوہ آیت کی روشنی میں ثابت ہے:

(۱) ولایت خدا (۲) ولایت رسول (۳) ولایت علی ابن ابیطالب اور دیگر ائمہ اہلبیت

(۱) بعض آیتیں جو خداوند عالم کی ولایتپر دلالت کرتی ہیں:

﴿اللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِینَ آمَنُوا..﴾(۱)

ایمان لانے والوں کا کارساز خود اللہ تعالی ہے۔

﴿اللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤمِنِینَ..﴾(۲)

مومنوں کا ولی اور سہارا اللہ ہی ہے۔

﴿وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِینَ..﴾(۳)

پرہیزگاروں کا کارساز اللہ تعالی ہے۔

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤمِنٍ وَ لَا مُؤمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَمرًا﴾(۴)

اور (کسی) مومن مرد اور عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔

(۲) بعض آیتیں رسول کی ولایت پر دلالت کرتی ہیں:

﴿اَلنَّبِیُّ اَولٰی بِالْمُؤمِنِینَ مِن اَنفُسِهِم﴾(۵)

---

۱) سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۷
۲) سورۂ آل عمران، آیت ۶۸
۳) سورۂ جاثیہ، آیت ۱۹
۴) سورۂ احزاب، آیت ۳۶
۵) سورۂ احزاب، آیت ۶

﴿اِنَّا اَنزَلنَا اِلَيكَ الكِتٰبَ بِالحَقِّ﴾(۱)

یقیناً ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے

﴿اِنَّکَ لَتَهدِی اِلٰی صِرَاطٍ مُّستَقِيمٍ﴾(۲)

بیشک آپ راہ راست کی راہنمائی کررہے ہیں۔

﴿يَتلُوا عَلَيهِم آيَاتِهِ..﴾(۳)

آنحضرت لوگوں پر اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتے تھے۔

﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ..﴾(۴)

رسول اللہ لوگوں کے لئے مسائل بیان کرتے تھے۔

﴿اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِی الاَمرِ مِنكُم﴾(۵)

لوگو! اللہ تعالی کی پیروی کرو اور اس کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اور جو تم میں صاحب امر ہیں ان کی پیروی کرو۔ اس طرح کی بہت سی دوسری آیتیں ہیں جو اللہ تعالی کی ولایت اس کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پھر امام علی (علیہ السلام) کی ولایت پر دلایت کرتی ہیں۔

(اول) یہاں پر کلمہ ولایت مکرر نہیں آیا ہے، جسطرح آیت میں اللہ تعالی کی ولایت اور اطاعت کا ذکر آیا ہے اسی طرح رسول اللہ اور اولی الامر کی ولایت کا ذکر الگ آیا ہے۔

(دوم) ولایت میں صیغہ جمع یعنی اولیا نہیں آیا ہے بلکہ ولی صیغہ واحد استعمال ہوا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سب کی ولایت ایک جیسی ہے۔

---

۱) سورہ نساء، آیت ۱۰۵

۲) سورہ شوری، آیت ۵۲

۳) سورہ جمعہ، آیت ۲

۴) سورہ نحل، آیت ۴۴

۵) سورہ نساء، آیت ۵۹

(سورہ [illegible] سے متصل آیت ۵۶﴿وَمَنْ یَتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغَالِبُوْنَ

ان [illegible] نادور اصل وہی ہے کہ جیسا رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"یا علی انت ولی کل مومن من بعدی." (۱)

اللہ [illegible] میں لوگوں کو اپنی ولایت کے نیچے آنے کی دعوت دی ہے اور اس کی تاکید فرمائی ہے کیونکہ وہ حزب اللہ [illegible] کی پارٹی ہے اس کا مطلب جو شخص بعد رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) امام علی ابن ابیطالب (علیہ السلام) کی ولایت کے زیر پرچم نہیں آیا وہ یقیناً حزب شیطان میں جائے گا۔

شان نزول

اس [illegible] کیلئے مشہور ہے کہ علی ابن ابیطالب (علیہ السلام) کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ فخر رازی نے اپنی [illegible] کے سورہ مائدہ میں بیان کیا ہے، صحاح ستہ میں بھی ذکر ہے۔

ابی [illegible] سے مروی ہے، کہا کہ ایک روز رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ نماز ظہر پڑھی، ایک سائل نے مسجد میں آ کر سوال کیا، کسی کے کوئی جواب نہ دینے پر سائل نے اپنا ہاتھ آسمان کی جانب اٹھایا اور کہا:

اے [illegible] گواہ رہنا کہ مسجد الرسول میں آ کر سوال کیا مگر کسی نے کچھ نہ دیا، اس وقت حضرت علی (علیہ السلام) [illegible] میں تھے اس کی جانب اپنی انگشت سے (جس میں انگشتری تھی) اشارہ کیا اور سائل نے وہ انگشتری [illegible] زمخشری نے اپنی کتاب "الکشاف" میں بھی یہی ذکر کیا ہے کہ حضرت علی ابن ابیطالب (علیہ السلام) نے حالت نماز میں مسکین کو انگشتری کا صدقہ دیا۔

شیعہ [illegible] کا اتفاق

شیعہ [illegible] سنی مفسرین بھی معترف ہیں کہ رسالت کی طرح امامت کیلئے بھی نص کا ہونا ضروری ہے۔ اس [illegible] کو اختلاف نہیں لیکن سوال یہ ہوتا ہے کہ اس نص کا مصداق کون معین کرے؟ کیونکہ

---

۱) مسند احمد [illegible] مسعودی در مروج الذهب و حاکم، ج ۳، ص ۱۱۱؛ بنقل صواعق محرقہ، ص ۱۹۲

(۱) غیر معصوم کرے گا تو وہی گذشتہ اعتراض لازم آئے گا کہ اگر غیر معصوم ہوگا تو ضروری نہیں وہ صحیح مصداق کی نشاندہی کرے۔ لہذا

(۲) رسول اللہ نے مصداق کا تعین اپنی حیات میں کیا تھا جیسا کہ جملہ انبیاء کی سنت بھی رہی ہے کہ سارے نبی اپنی حیات میں وصایت کا اعلان کر دیا کرتے تھے۔

(۳) اب رسول اللہ نے اپنے بعد امامت کے مصداق معین کرنے کا اصول و منہج معین کر دیا ہے اور یہی طریقہ کار ہمیشہ رہنے والا ہے ﴿لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾ تو پھر رسول اللہ کے مصداق معین کے بعد سقیفہ میں شورائی کمیٹی جیسی بدعت کہاں سے آئی؟ کیونکہ اس میں کوئی بھی مذکورہ صفت اور شرط نہیں پائی جاتی تھی۔

مصداق امامت کا تعین

چونکہ مصداق کا تعین رسول یا فرمان رسول اللہ سے ہوگا، اب حدیث کو نقل کرنے میں شیعہ سنی سب متفق ہیں کہ ابوذر سے سچا کوئی نہیں، دیگر اصحاب بھی معترف ہیں۔ عکرمہ جس کا فسق و فجور اور کاذب ہونا معروف ہے،

حدیث: "ابی ذر" صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ..."(۱)

فخر رازی کا اشکال

(۱) فخر رازی نے اشکال کیا ہے کہ ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ولایت تمام مومنین کے لیے ہے مومنین آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔

دلیل: (اول) اس سے مراد تمام مومنین ہیں کیونکہ عبادہ ابن صامت کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اگرچہ یہ خود دلیل ہے کہ مصداق خاص ہے۔

(دوم) راوی بالکل سے مجہول ہے۔ نہ سند و کتاب اور نہ ہی رجال کا ذکر ہے۔

راوی عن عبداللہ السلام"

(۲) اشکال: آیت میں ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ، آمَنُوْا يُقِيْمُوْنَ، يُؤْتُوْنَ، هُمْ، رَاكِعُوْنَ﴾ سب جمع کے صیغہ

---

۱) تفسیر فخر رازی، ج ۱۲، ص ۲۶

آئے ہیں ... ام جمع کو ممکن نہیں بغیر قرینہ فرد پر حمل کیا جائے لہذا یہ حقیقت پر دلالت نہیں یہ مجاز ہے اس لئے آیت ... یکہ شامل ہے کہ ایک دوسرے پر ولی ہیں۔

جو... کے حصر کا کیا فائدہ ہوا؟

ہم ... تے ہیں۔ ﴿إنّما مَثلُ الحَياةِ الدُّنيا كَماءٍ أنزلناهُ مِنَ السَّماءِ﴾ (۱)

با... یات میں مثالیں زیادہ ہیں۔

(۲ ... یا أیُّها الرَّسُولُ بَلّغْ ما أُنزِلَ إلَیکَ مِن ربّکَ وإن لَم تَفعَلْ فَما بَلّغتَ رِسالَتَهُ واللهُ یَعصِمُکَ مِنَ النّاسِ إنّ اللهَ لا یَهدی القَومَ الکافِرینَ﴾ (۲)

...ـهم یومَ غدیرِ نبیهم — وَقالَ فَمَن مَولاکم وَ وَلیّکم

...ـل فمن مولاکم وَ وَلیّکم — فَقالوا وَلَم یبدُوا هُناکَ التَعامِیا

...ک مولانا وَ أنتَ وَلیّنا — وَمالکَ مِنّا فی الوَلایةِ عاصِیاً

...له قم یا عَلی فَإنّنی — رَضیتُکَ مِن بَعدی اماما وَ هادِیاً

...کُنتُ مَولاهُ فَهذا وَلیّهُ — فَکونوا لَهُ أنصارا صَدقَ مَوالِیا

...دَعا اللّهمّ وَالِ وَلیّهُ — وَکُن لِلّذی عادی عَلیًّا مُعادِیاً

ا... بھی آپ کو آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آ... تعالیٰ کی رسالت انجام نہیں دی اور آپ کی اللہ تعالیٰ لوگوں سے محافظت کرے گا بے شک اللہ تعا... ہدایت نہیں کرتا ہے۔

علما... ہوا ہے کہ یہ آیت روز غدیر فضیلت حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے بارے میں نازل ہو... وقت رسول اللہ نے امام علی (علیہ السلام) کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

---

۱) سورہ ...

۲) سورہ ...

فہرست مضامین

"أيها الناس ألست أولى منكم بأنفسكم قالوا بلى يا رسول الله، قال من كنت مولاه فعلي مولاه اللهم وال من والاه و عاد من عاداه وانصر من نصره واخذل من خذله و أدر الحق معه كيف ما دار"

مولا کے معنی یہاں پر اولیٰ بتصرف کے ہیں کیونکہ قرینہ بھی موجود ہے وہ یہ کہ حضور نے اول اقرار لے لیا ہے، ألست اولی، کیا میں تم سے اولیٰ بہتر نہیں ہوں؟ لوگوں نے سب سے بہتر ہونے کا ثبوت دیا لیکن آنحضرت کے علاوہ دوسرے کون حضرات ہیں جس میں اولیٰ بتصرف ہونے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔

غدیر خم میں امام علی (علیہ السلام) کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مولا، آقا اور مالک بنانا بتا رہا ہے آپ کے بعد امام میں وہ استعدادتھی، جس کی بنا پر رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے امام علی (علیہ السلام) کو اپنے بعد کیلئے مولا اور اولیٰ بتصرف بنایا۔

حسان ابن ثابت نے اس وقت کی منظر کشی کرتے ہوئے امام علی (علیہ السلام) کی مدح میں نظم لکھی، جس کو سبط ابن الجوزی نے تذکرۃ الخواص میں نقل کیا ہے:

(۳) ﴿إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا﴾ (۱)

اہل تفاسیر کا اتفاق اور علماء جمہور جیسے احمد ابن حنبل وغیرہ کا کہنا ہے کہ یہ آیت حضرات محمد، علی، فاطمہ، حسن اور حسین (علیہم السلام) کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

(۴) ﴿ذلك الذي يبشر الله عباده الذين آمنوا وعملوا الصالحات قل لا أسألكم عليه أجرا إلا المودة في القربى ومن يقترف حسنة نزد له فيها حسنا إن الله غفور شكور﴾ (۲)

یہی امر ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو دے رہا ہے جو لوگ ایمان لائے اور (سنت کے مطابق) نیک عمل انجام دیا، تو کہہ دیجئے! کہ میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر جس نے رشتہ داروں سے

---

۱) سورہ احزاب، آیت ۳۳

۲) سورہ شوریٰ، آیت ۲۳

محبت کی ... نیکی کرے ہم اس کیلئے اس کی نیکی میں اضافہ کریں گے بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بہت قدر ...

جمہور ... ، احمد ابن حنبل نے اپنی سند، ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت ... سوال کیا گیا، یا رسول اللہ کون آپ کے قرابتدار ہیں کہ جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ فرمایا ... طمہ اور ان کے فرزند (معصومین علیہم السلام) ہیں۔

اور ... کے واجب ہونے کا لازمہ یہ ہے کہ اطاعت بھی واجب ہو، اس کی روایت علامہ زمخشری نے مذکورہ آ... میں، سیوطی، حاکم نے مستدرک اور دیگر اہل سنت علماء نے بھی... مختلف کتب میں کی ہے۔

(... النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللهِ وَاللهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ﴾ (۱)

اور ... ے بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی خوشنودی اور طلب میں اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ا... وں پر بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔

ثع... عباس سے روایت کی ہے، یہ آیت اس وقت امام علی (علیہ السلام) کے بارے میں نازل ہوئی ... نے رسول اللہ کے قتل کی غرض سے گھر کا محاصرہ کر رکھا تھا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ... امام علی (علیہ السلام) کو چھوڑ کر غار کی جانب روانہ ہو گئے، حضرت امام علی (علیہ السلام) کو امانتیں ... لئے چھوڑ دیا تھا، مشرکین خانہ رسول اللہ کے در پر آئے دیکھا حضرت امام علی (علیہ السلام) بستر رسول (... وآلہ وسلم) پر آرام فرما رہے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے جبرئیل اور میکائیل میں مواخات بھائی ... ت کی اور فرمایا کہ تم میں کون اپنی عمر کو دوسرے پر قربان کرے گا؟ اگر ایسا کیا تو میں ایک کی عمر کو دوسر... کر دوں گا۔ ہر ایک نے حیات کو اختیار کیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے دونوں فرشتوں سے کہا اچھا کیا تم ... امام علی (علیہ السلام) اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مثل مواخات کر سکتے ہو؟ دیکھا امام علی (علیہ ...) اپنے نفس کا فدیہ دیکر رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دشمنوں سے حفاظت کی ہے۔

---

۱) سور... ۲۰۷

جبرئیل سرہانے اور (احمد ابن حنبل نے مسند میں (ج ۱، ص ۳۳۱) الحاکم نے مستدرک میں علی ابن الحسین سے نقل کیا ہے کہ پہلا شخص جس نے رضائے الٰہی کی خاطر اپنا نفس بیچا وہ علی ابن ابیطالب (علیہ السلام) کی ذات تھی۔

(۶) ﴿فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ﴾ (۱)

اے میرے رسول آپ کے پاس اس علم کے آجانے کے بعد جو شخص آپ سے اس میں جھگڑے تو آپ کہہ دیں کہ آؤ ہم تم اپنے اپنے فرزندوں کو اور ہم تم اپنی اپنی عورتوں کو اور ہم تم اپنی اپنی جانوں کو بلالیں پھر ہم آپس میں مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں۔

(۷) ﴿فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (۲)

حضرت آدم نے اپنے رب سے چند باتیں سیکھ لیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

جمہور نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ سے پوچھا کہ وہ کلمات جو آدم کو اللہ نے بتایا ،پھر انھیں کلمات کے ذریعہ توبہ قبول ہوئی، وہ کلمات کیا تھے؟

فرمایا: وہ حضرات محمد، علی، فاطمہ، حسن اور حسین (علیہم السلام) کے وسیلہ سے توبہ کی جس کے نتیجہ میں ان کی توبہ قبول ہوئی۔

یہ آیت امیر المومنین علی ابن ابیطالب (علیہ السلام) کی امامت پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ شیخ المعین حضرت آدم نے اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے توسل کیا جو آخر زمانہ میں آنے والے تھے اور اعظم المرسلین جو زمانہ قریب میں ہیں یہ دلیل ہے تمام عالمین سے افضل اور تمام رجس و برائی سے دور ہیں۔

---

۱) سورۂ آل عمران، آیت ۶۱

۲) سورۂ بقرۃ، آیت ۳۷

(۸) [illegible] ابتلی ابراهیم ربه بکلمات فاتمهن قال انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال [illegible] عهدی الظالمین ﴾(۱)

جب ابرا[illegible] ان کے رب نے کئی باتوں سے آزمایا اور انہوں نے سب کو پورا کر دیا تو اللہ نے فرمایا کہ میں تم [illegible] امام بنا دوں گا [illegible] عرض کرنے لگے اور میری اولاد کو بھی امام بنادے فرمایا میرا عہدہ ظالموں کو نہیں مل [illegible]

ابن مسعو[illegible] رسول اللہ سے نقل کیا ہے: سرکار دو عالم نے فرمایا یہ اعزاز ہم پر منتہی ہوتا ہے کیونکہ میں اور امام علی ابن ابی طا[illegible] نے ہرگز غیر اللہ [illegible] جو بتوں کی شکل میں ہیں سجدہ نہیں کیا، لہذا علی کو وصی بنایا گیا۔

(۹) [illegible] الذین آمنوا و عملوا الصالحات سیجعل لهم الرحمان ودا ﴾(۲)

بے شک جو [illegible] ایمان لائے اور اچھے اعمال انجام دیے، عنقریب رحمن لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کرے [illegible] آیت کے بارے میں جمہور نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے بارے [illegible] [illegible] اور سیوطی نے درمنثور، ابن مردویہ، طبرانی، ابونعیم اصفہانی نے حلیہ میں ذکر کیا ہے کہ یہ حضرت [illegible] (علیہ السلام) کیلئے نازل ہوئی ہے۔

(۱۰) [illegible] وقفوهم انهم مسئولون ﴾(۳)

اور [illegible] (اس لیے) کہ ان سے (ضروری) سوال کیے جانے والے ہیں۔

ا[illegible] ابو سعید الخدری نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے روایت کی ہے کہ یہ آیت امام علی ابن ابی طالب [illegible] کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

[illegible] سوال [illegible] ولایت [illegible] ہوگا۔

---

۱) سور[illegible]

۲) س[illegible]

۳) س[illegible]

(۱۱) ﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ (۱۰) أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ﴾ (۱)

جو سبقت کرنے والے ہیں وہی تو آگے ہیں اور وہی بالکل سے قریب بھی ہیں۔

جمہور نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اس امت میں سابق سے مراد علی ابن ابیطالب ہیں۔

جیسا کہ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حیات رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے موڑ پر امام علی (علیہ السلام) نے جان کی بازی لگا کر رسول کی مدد فرمائی ہے خواہ وہ نصرت و مدد کا موقعہ ہو یا ایمان لانے کا یا جہاد ہو، کوئی ایسا موقعہ نہیں ہوگا کہ امام نے دوسروں پر سبقت نہ کی ہو۔

(۱۲) ﴿أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ (۲)

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلایا اور مسجد الحرام کی خدمت کی ہے کوئی اس کے برابر ہے جو اللہ تعالی اور آخرت پر ایمان لایا ہو اور اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کیا ہو، یہ اللہ تعالی کے نزدیک برابر نہیں ہو سکتے اور اللہ تعالی ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا ہے۔

صحاح ستہ سے۔ یہ آیت حضرت علی ابن ابیطالب (علیہ السلام) کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جس وقت طلحہ ابن شیبہ اور عباس فخر کر رہے تھے، طلحہ نے کہا میں اس گھر کا مالک ہوں کیونکہ کلید میرے اختیار میں ہے اور عباس نے کہا میں سقائے حجاج ہوں، اس پر علی ابن ابیطالب (علیہ السلام) نے فرمایا:

میں سب سے پہلے ایمان لایا، سب سے زیادہ جہاد کیا۔ لہذا یہ آیت ہماری فضیلت میں نازل فرمائی ہے۔

(۱۳) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَكُمْ وَأَطْهَرُ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (۳)

---

۱) سورۂ واقعہ، آیت ۱۱

۲) سورۂ توبہ، آیت ۱۹

۳) سورۂ مجادلہ، آیت ۱۲

سلمان جب تم رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سرگوشی کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ

دیا کرو، تمہارے حق میں بہتر اور پاکیزہ تر ہے۔ ہاں اگر نہ پاؤ تو بیشک اللہ تعالی بخشنے والا مہربان ہے۔

حاکم نے مستدرک (ج ۲/۴۸۳) میں روایت کی ہے کہ:

یہ آیت علی بن ابیطالب (علیہ السلام) کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

عمر نے کہا علی بن ابیطالب (علیہ السلام) کو تین چیزیں ایسی عطا ہوئیں ہیں کہ مجھے مل جاتی تو میرے لئے

حمر النعم سے زیادہ محبوب تھی۔

(۱) حضرت سیدہ فاطمہ بنت نبی کریم سے ازدواج (۲) مسجد میں نبی کریم کے ساتھ سکونت (۳) رسول اللہ

کا علم کے بارے میں یہ فرمانا:

"انا مدینۃ العلم وعلیٌّ بابہا فمن أراد العلم فلیأت بابہ"

میں علم کا شہر اور علی اس کا دروازہ ہیں اس لئے جو شخص بھی علم چاہتا ہے اس کو اسی دروازہ سے آنا چاہئے۔

نوٹ: یہ حدیث شریف اہل سنت کی معتبر کتابوں میں کچھ اختلاف عبارت کے ساتھ نقل

ہوئی ہے۔ سنن الترمذی ج/ ۵، ب/ ۸۷، ص/ ۳۰۱، قاہرہ مصر۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ

لَا تَعْلَمُونَ (۱)

اور آپ سے پہلے بھی ہم مردوں ہی کو بھیجتے رہے ہیں جن کی جانب وحی بھیجا کرتے تھے اگر تم نہیں جانتے تو اہل

علم سے دریافت کرلو۔

شیرازی علماء جمہور نے اثنا عشر تفاسیر ابن عباس سے روایت کی ہے:

"اہل الذِّکرِ" سے مراد حضرات محمد، علی، فاطمہ، حسن، حسین (علیہم السلام) ہیں...

"لا یزال الدین قائماً حتّٰی تقوم الساعۃ أو یکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ کلّھم من قریش"

---

۱) سورہ

جابر ابن سمرہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:
دین قائم رہے یہاں تک کہ قیامت آجائے گی یا بارہ خلیفہ نہ آجائیں جو سب کے سب قریش سے ہوں گے۔(۱)

"بعدی اثنا عشر خلیفۃ ثم أخفی صوتہ ، فقلت لابی:
ما الذی أخفی صوتہ؟ قال :قال : کلّھم من بنی ھاشم ."

جابر ابن سمرہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں تھا اور رسول کو فرماتے ہوئے سنا ہے:
میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے، پھر آواز ہلکی ہوگئی میں نے اپنے والد سے پوچھا کیا کہا جب آواز کم ہوگئی تھی تو بتایا کہ فرمایا سب کے سب بنی ہاشم سے ہوں گے۔(۲)

---

۱) صحیح مسلم ج ۲، ص ۱۴۵۳، ح ۱۰
۲) ینابیع المودۃ ج ۳، ص ۲۹۰، ح ۴

ہدایت اور رہنمائی

(۱) امـ... ـدایت اور رہنمائی کر... (۲) اور آخری دم تک وظیفہ پر عمل کرنا... قرآن کتاب ہدایت ہے، جو ہدایت ...لے ہیں وہ ساری اقوام ...تیں ہیں؛ ہر قوم و مذہب اور مسلک میں ایک ہادی کا تصور پایا گیا ہے بغیر اس ...م زندہ اور باقی نہیں رہ...تی ہے، نہ ہی اس میں پیش قدمی اور ارتقا کے امکانات پائے جاتے ہیں۔ ا... اور اولیاء الٰہی ہمیشہ ...یں وظائف کی انجام دہی میں مصروف ہوتے ہیں۔

﴿... علیهم نبأ ابراهیم اذ قالَ لِابیهِ وَ قومِهِ ما تعبدُونَ. قالُوا نعبُدُ اصنامًا فنظلُّ لها عاکفین قال هل یسمعُونکم اذ تدعُونَ. اَوْ ینفعُونکم اَوْ یضُرُّوْنَ ﴾(۱)

انھیں ... واقعہ بھی سنا دو ... نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ انھوں ... دیا کہ بتوں کی ...تے ہیں، ہم تو ان کے برابر مجاور بنے بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جب تم ...تے ہو تو کیا وہ ...سنتے بھی ہیں؟ یا تمھیں نفع یا نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں؟

﴿... من نبی قاتلَ معه ربیُّون کثیرٌ فما وَ هنُوا لِما اصابهم فِی سبیلِ اللّٰهِ وما ضعُفُوا وما ... واللّٰهُ یُحبُّ الصّٰبرین ﴾(۲)

... کے ہم رکاب ...ت سے اللہ والے جہاد کر چکے ہیں، انہیں بھی اللہ کی راہ میں تکلیفیں ... صعوبتیں ... تو انھوں ...ی نہ ست ہوئے اور نہ دبے، اور اللہ صبر کرنے والوں کو چاہتا ہے۔

﴿... الناس اُمَّةً واحدةً فبعث اللّٰهُ النّبیین مُبشّرین وَ مُنذِرینَ وَ انزلَ معهُمُ الکتابَ

---

۱) سورہ ... آیت ۶۹/...

۲) سورہ آل عمران، آیت ۱۴۶/

بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَ مَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَ اللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ (۱)

لوگ ایک امت تھے، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے نبیوں، بشارت دینے والوں، انذار کرنے والوں کو مبعوث کیا، اور ان کے ساتھ حق کی کتاب بھیجی تا کہ لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ کریں اور اصل اختلاف انھیں لوگوں نے کیا ہے جنھیں کتاب مل گئی اور آیات ان پر واضح ہو گئیں صرف بغاوت اور تعدی کی بنا پر تو خدا نے ایمان والوں کو ہدایت دے دی اور انھوں نے اختلافات میں حکم الٰہی سے حق دریافت کرلیا اور وہ تو جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔

اللہ نے نبیوں کو کتاب دیکر بھیجا تا کہ اختلافات کا فیصلہ کرسکیں، انذار کے ساتھ بشارت دینے والا بھیجا تا کہ برائیوں سے روک کر سعادت کی طرف متوجہ کراسکیں۔

ہزاروں سال بعد ہادیان دین ورحمت اور خداوند عالم کی طرف رہنمائی کرنے والوں یا دنیاداروں کی دنیاداری کو بڑی آسانی سے دیکھا اور سمجھا جاسکتا ہے، ان کے آنے کی غرض بھی سمجھی جاسکتی ہے۔ جن کا بنیادی مقصد اللہ کے بندوں کی ہدایت اور امت میں نفاذ عدالت کرنا تھا۔

جب سے دنیا خلق ہوئی ہے کسی نبی، وصی، ولی اور جانشین نبی کو نہیں دیکھا کہ اپنے دنیاوی، ذاتی و مادی امور اور وجود کیلئے کوئی خاص توجہ کی ہو۔ دیکھا تو یہ گیا ہے کہ اپنے کاموں میں ہمیشہ ہدایت، معرفت اور آخرت کے امور کو ہی ترجیح دیا ہے۔

ان سب کاموں میں اولوالعزم انبیاء اور خاص طور سے ائمہ ہدیٰ پیش پیش رہے ہیں۔ ان حضرات نے مخلوق خدا کی ہدایت کیلئے بڑی عظیم قربانیاں دی ہیں۔ منجملہ اماموں کی قربانیوں میں صرف ایک امام معصوم کی قربانی کا صحیح مطالعہ کر کے سچی پیروی کرلی جائے تو آنکھیں روشن ہو جائیں۔ ان حقائق کو ہزارہا سال کا وقفہ گزر جانے

---

۱) سورہ بقرۃ، آیت ۲۱۳

کے ... فرق نہیں پڑ سکا ہے ... روز بروز اس کی ہدایت اور اس کی افادیت عام اور امام کی حیات

میں ... اضافہ ہوتا جا رہا ہے ... دن امت امام حسین ابن علی ابن ابیطالب (علیہم السلام) کی

قربا... اور امام کے ... جنگی اسباب و علل کو بھی سمجھ لے گی پھر ظلم و زیادتی اور دوسروں پر

سرکش... قانون اور اصول مند... اپنا لے گی، اسی دن بشریت کو اس کا کمال حاصل ہو جائے گا۔ اگر

قوم ... نہیں ہوئی، دنیا کی ... یوں میں الجھا رہا تو وہی حادثہ تکرار ہو سکتا ہے جو صدر اسلام

بعد ... کے ساتھ رونما ہوا ہے۔

... کری

... الشہداء امام ابا عبد اللہ ... السلام) نے روز عاشور افرمایا تھا:

... عبد الدنیا والدین لعق علی ألسنتھم یحوطونہ ما درّت علیہ معایشھم فاذا

مُحّ... قلّ الدیانون ...

... دنیا کے پجاری ہیں اور ... لوگوں کی زبان پر ایک بازیچہ ہے۔ جب آزمائش کا وقت آتا ہے تو

دیندا... ہیں۔

... امام نے جو فرمایا ... بعض ایسے بزرگان اسلام تھے جو زمرہ صحابیت سے نکل کر دھیرے

دھیر... ی اور بے دینی ... تے گئے، انھوں نے سرمایہ داری کا پرکشش نظام اپنا لیا اور حلال و

حرام ... کیا۔ ان کی ... اشراف گری اور بے دینی اختیار کر لیا۔ ان بے دینوں نے شریعت

اسلا... نبی اکرم (صلی ... آلہ وسلم) اور منہج ائمہ (علیہم السلام) کے خلاف عمل کرنا شروع

کر... ات ہے کہ اسلام ... واقتدار پر قبضہ جما لیا۔ اپنی حزب مضبوط کر لیا اور حزبی جناح

بنا کر ... کرنے ... میں گرفت مضبوط کر لی، انھیں سے بعض کربلا میں امام حسین

نوا... نے کربلا میں ... آ گئے۔

---

۱) ... ص ۳۲، ۳۳ ... سید الشہداء دوم محرم کربلا

لوگ مرتد ہو گئے

کچھ افراد پہلے امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے صحابیوں میں تھے، صفین میں امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کے ساتھ معاویہ سے جنگ کی تھی اور ان میں سے شمر ابن ذی الجوشن یزیدی فوج کا افسر بن گیا اور امام حسین کا سر مبارک پس گردن سے جدا کیا۔ صرف یہی تنہا نہیں تھا۔ دس سے بیس افراد تھے، ایسا کیوں ہوا؟ اس لئے کہ بعد از پیغمبر اسلام ان لوگوں نے حکومت کو ترجیح دیا، دانشمند، روشن فکر اور علماء بدل گئے، لوگ بجائے علم و یقین اور جد وجہد کا مظاہرہ کریں، اس کے برعکس کل جن دشمنوں سے بدر واحد اور حنین میں لڑے تھے دھیرے دھیرے ان سے مخفیانہ پھر علانیہ طور پر مل گئے؛ اور مکمل دور جاہلیت کی طرف پلٹ گئے۔

﴿وَ مَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهِ وَ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ اُولٰئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُوْنَ﴾ (۱)

جو بھی اپنے دین سے پلٹ جائے گا اور کفر کی حالت میں مر جائے گا، اسکے سارے اعمال حبط ہو جائیں گے اور وہ جہنمی ہو جائے گا اور وہیں ہمیشہ رہے گا۔

بعد رسول بڑے بڑے نامور اصحاب مرتد ہو گئے۔

﴿وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَ سَيَجْزِي اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَ﴾ (۲)

محمد مصطفیٰ تو صرف ایک رسول ہیں، جن سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں، کیا اگر وہ انتقال کر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم الٹے پیروں جاہلیت کی طرف پلٹ جاؤ گے، جو بھی ایسا کرے گا اس سے خدا کا کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور خدا عنقریب شکر گزار بندوں کو اس کی جزا دے گا۔

یہاں استفہام حقیقی نہیں بلکہ استفہام توبیخی مراد ہے، ورنہ سوال کرنے والے کا جہل لازم آئے گا، اس

---

۱) سورہ بقرۃ، آیت ۲۱۷

۲) سورہ آل عمران، آیت ۱۴۴

آیت [illegible] خاص طور سے اصحاب [illegible] ہیں، جو رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رحلت کے بعد
دین [illegible] کی طرف پلٹ گئے [illegible] لفظ ماضی کا ہے تاکہ تحقق یقینی ہو جائے۔

[illegible] کی مشکل

[illegible] کہ خلفاء اور ان [illegible] مسلمانوں کی جان و مال کے محافظ ہوں، ان کی نگرانی میں رائے و
مشورے [illegible] کام حل ہوں [illegible] خود خواہی اور ناانصافی نہ ہو۔ عام لوگوں کو باور ہو جائے کہ حکام
سوا [illegible] کے دوسرا عمل [illegible] اسی طرح رسول نے سارے امور سنبھالے ہوئے تھے لیکن حکام
نے [illegible] بعد نقشہ ہی بدل [illegible] تھی کہ خلیفہ سوم کے زمانے میں عثمان سے لوگوں نے بحث کی
اور [illegible] پر اظہار پشیمانی کی [illegible] اس میں شک نہیں عثمان خواہان حق تھا لیکن اس کا اجرا کرنے پر
قادر [illegible]

[illegible] طہٰ حسین نے لکھا [illegible] مسلمانوں کا کہنا ہے کہ معاویہ مسلمان ہونے کے بعد رسول اللہ سے
قریب [illegible] کاتب وحی کا کاتب [illegible] بن گیا لیکن عوام الناس شاید بھول جائیں وہ ابوسفیان کا بیٹا ہے
جو [illegible] میں کافروں کا [illegible] لیڈر تھا۔ رسول اللہ کا سخت ترین دشمن تھا۔
[illegible] بیٹا تھا جس نے [illegible] جگر چبایا تھا۔ یہی معاویہ تھا کہ جس نے بیس سال سے زیادہ
مسلمانوں [illegible] رسول اللہ سے جنگ [illegible] (طہٰ حسین: علی وفرزندانش ص ۱۸؍-۲۵۰) اب وہ خلیفۃ الرسول
بن [illegible] میں کتنی آیات [illegible] لکھوائی تھیں۔(۱)
[illegible] سے پھر گئے

[illegible] توحید، نبوت، معاد [illegible] پھرے وہ جس چیز سے پھرے وہ امامت ہے کیونکہ پیغمبر کے
بعد [illegible] وہ کوئی اور ایسا خاص [illegible] حادثہ پیش ہی نہیں آیا تھا، جس کو ترک کرنے سے اسلام سے پھر
جانا [illegible] اس کا مطلب [illegible] سے پلٹ جانا اصول کو چھوڑنے اور اسلام سے پھر جانے کے

---

۱) [illegible] ڈاکٹر طہٰ حسین کا بیان [illegible] ابوسفیان

مترادف ہے۔ آیت یہ بھی بتاری ہے کہ جس طرح جناب موسیٰ کی عدم موجودگی میں بنی اسرائیل کے لوگ مرتد ہو گئے اور جناب ہارون کو چھوڑ کر سامری کی پیروی نیز گوسالہ کی پرستش کرنے لگے تھے، اسی طرح رسول کے بعد علی ابن ابیطالب کو چھوڑ کر دوسروں کی پیروی کرلی تھی۔ علاوہ براین ارشاد رب العزت:

اے میرے رسول! جو کچھ منافقین تمہارے اطراف اور کچھ اہل مدینہ سے ایسے ہیں جو اپنے نفاق پر اڑے ہوئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے ہم انھیں اچھی طرح جانتے ہیں، عنقریب ان کو دہرا عذاب دیں گے، اس کے بعد وہ عذاب کی طرف بھیجے جائیں گے۔(۱)

کفر و شرک اور نفاق کا اتحاد

مرسل اعظم سے منافقین کی مخالفت صدر اسلام سے ہوئی کیونکہ بہت سے قریش علی ابن ابیطالب کے ہاتھوں واصل جہنم ہوئے تھے، جنھوں نے ہرگز دل سے اسلام قبول نہیں کیا تھا، وہ تو پیغمبر اسلام کے ساتھ آگئے تھے۔ یہ لوگ حضرت امیر المومنین کی زیر ولایت نہیں آنا چاہتے تھے۔

حالات بگڑ رہے ہیں اور جنگ سے ہمارے پیر اکھڑ جائیں۔ تم کنارے کھڑے تماشا دیکھتے تھے کہ اگر ہمیں شکست ہو جائے تو کہو کہ ہم نے منع کیا تھا کہ مت جاؤ! اور اگر ہم فتح پا جائیں تو ہمیں مبارکباد دی دو... تم نے سخت وقت اور جنگی حالات سے فرار کیا ہے۔ ہمیشہ عقب نشینی کا ارادہ رکھا ہے، ہمیشہ تیار رہتے تھے کہ اپنی بات کو واپس لے لو، اپنے اصول کو ترک کر دو لیکن ہم نے آخر تک جد و جہد، شجاعت اور ہمت سے کام لیا ہے۔

بنت رسول اللہ فرماتی ہیں:

پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا جنازہ ہمارے ہاتھوں پر چھوڑ کر قدرت کی تقسیم کے پیچھے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

فَمَجَجْتُمْ مَا وَعَيْتُمْ وَ دَسَعْتُمُ الَّذِیْ تَسَوَّغْتُمْ.

وہ تمام باتیں جو رسول اللہ سے سیکھے تھے، وہ آب گوارہ جو رسول سے نوش کیا تھا، اس کو ہوا کی نذر کر دی اور

---

۱) سورۂ توبہ ۹ آیت ۱۰۱

تمام ... کو توڑ دیا لیکن جا ... کرم کافر ہو گئے بلکہ تمام لوگ جو روئے زمین پر رہتے ہیں سبھی کافر ہو جائیں ... مسئلہ نہیں بدلے گا ... الٰی غنی و بے نیاز ہے۔(۱)

... اسلام (صلی اللہ ... ‌لم) نے ارشادنہیں فرمایا ہے:

... حسین مصباح الہدیٰ ... فینۃ النجاۃ“

... حسین (علیہ السلام) ... ت اور کشتی نجات ہیں۔

... میں گذشتہ کی نسبت ... ت کے سامان بڑھتے جارہے ہیں۔ کربلا کی بنیادی تحریک پہلے کی نسبت ... بار ہو رہی ہے ... عدل و انصاف امام حسین (علیہ السلام) کی خدائی تحریک کو زیادہ سرا ... امامت کا معجزہ د ... ملاحظہ فرمائیں کہ واقعہ کربلا کو دشمنوں نے چھپانا چاہا، ان کو شہید کر ... جائے گئے۔ ظالم ... بغاوت جیسے غیر معقول الزامات سے شخصیت امام کو دبانا چاہا لیکن کر ... امام کا خون ... روز بروز بقائے اسلام کی تحریک پھیلتی چلی جارہی ہے۔

... کو بھی فقط مرتبہ ... امام معصوم ہی درست سمجھتا ہے یا کچھ حد تک اہل معرفت و یقین ... مت کی درست معر...

۱۔ ... ج ، ص ۲۵۔

امامت میں عدالت نہ ہونے کے خطرات

۱) حکومتوں ملکوں میں ظلم و فساد اور ناانصافیاں بڑھنے کا مسلسل احتمال

۲) مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت میراثوں کی بربادی کے خطرات

۳) اسلامی فرقوں کے درمیان تعصب اور عقائد و احکام اور افکار میں اختلاف

۴) افراد غیر متدین اور دشمن افراد کا دینداری کاموں میں دخل

۵) غیر صالح افراد، سامراجی گماشتہ علما اور نااہلوں کی حکومتوں میں شرکت

۶) مادیت اور دنیا پرستی، شہرت طلبی کی جانب زیادہ ور رجحانات کا پایا جانا

۷) نامناسب کاموں کو علماء حق کی طرف منسوب کرنا اور ان کی شخصیتوں کو پامال کرنا

۸) ناامیدی اور شکست کا باور دلا کر دنیاوی زرق و برق، مال و دولت کی ترغیب دلانا

۹) قوم و ملت اور قیادت کا نظریہ امامت سے دور ہونا اور بادشاہی نظام حکومت پر تکیہ کرنا

انھیں وجوہات کی بنا پر عہد حاضر کے صفحات زندگی پر گذشتہ زمانے کا وہ سب منظر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے جس زمانہ میں ائمہ معصومین کے سچے پیروی کرنے والوں کی بہت کمی تھی۔ ابھی بھی بے دینی لیکن دین کی آڑ میں منافع کا استحصال، ایمان کا تظاہر، فریب کاری اور دھوکہ بازی کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ بے دین اور دنیا داروں کا دینداروں سے زیادہ مذہبی اور دینداری کی نمائش کرنا۔ ایسے لوگوں کا اماموں کی عدم پیروی اور خود کو ولایت حقہ سے جداگانہ موقف اور آزاد زندگی کی آن بان کا تصور کرنا۔ دیندار متدین اور ولایت حقہ کے مطیع و فرمانبردار لوگوں کا مذاق و مسخرہ اڑانا اور خفت کی نظر سے دیکھنا۔ یہ ساری جھلکیاں صدر اسلام سے آج تک دیکھی جا سکتی ہیں۔

امتیں اور عبرتیں

امّ امت ... ذ ہے امّ سے

(... بمعنی قصد، عزم وارادہ ...

... کی حقیقت جاننے کی ...

... اصفہانی:

... حسین بن محمد اصفہانی ... ص/۲۳ (مکتبہ مرتضوی قم)

... : الامّ سے ماخوذ ... معنی بھی قصد کے ہیں

... ۸ معنوں میں استعمال ... جیسے (۱) جماعت (۲) پیروی (۳) قدوۃ (۴) دین وملت

... آباءنا علی امۃ ... وقت اور زمانہ (وَادَّکَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ) (۶) قَامَةُ السَّمٰوٰتِ (۷)

لغت ... بمعنی امّ ← قصد (۱

... یہ لفظ

قصد سے ماخوذ ہے کیونکہ ... مکان ومحل اور اس جگہ کو جانتا ہو اور اطمینان سے تمام راستوں

سے گذ ... اس کے برخلاف ... حیران وپریشان ہوتا ہے۔ (۲)

---

۱) مجمع ... ص/۲۳۲

۲) ... ص/۴۴۰

(۳) صاحب مقاییس اللغۃ کے مطابق:

لمۃ: ایک جامع لفظ ہے اصل امت (جامعہ)، امام (مقتداء) ایک ہی اصل سے ماخوذ ہیں، اس سے چار فرعی معنی نکلتا ہے، اصل ایک ہے۔

(۱) بنیاد (۲) مرجع (۳) جماعت (۴) دین (ان سب کی تفصیل بھی ہے)

(۴) صاحب لسان الامم۔ امّہ یومّہ اذا قصدہُ۔(۱)

قوم: القیام نقیض الجلوس قیام کا برعکس، ارادہ۔ قولہ تعالیٰ ﴿وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبۡدُ اللّٰهِ يَدۡعُوۡهُ﴾

ای لمّا عزم اذا قاموا فقالوا ربنا ربّ السّموات والارض۔ (۲)

علامہ طباطبائی: سب سے پہلا اجتماع جو ایک امت کا ہوا تھا وہ یہی تھا۔ (۳)

امت یعنی لوگوں کی ایک ایسی جماعت ہے جنکا مقصد سب کو متحد کرنا ہے جیسے کسی ایک دین کسی ایک سنت یا کسی زمان و مکان میں جمع کرنا۔ دراصل ام کا معنی قصد ہے۔

خواہ وہ مقصد اضطراری ہو یا اختیاری ہو۔ اس جمع کے افراد اس مقصد کا قصد کرتے ہیں۔

"کامیاب امت کون ہے؟"

"جب امت سماجی اور معنوی امور میں اپنے ارتقائی حدود تک پہنچ جائے تو وہ رستگار اور کامیاب امت کہی جاتی ہے"

آج غرب میں امتوں کی فرہنگ کو ملاحظہ فرمائیے ان کے ذرائع ابلاغ میں دو چیزیں زیادہ تر دکھائی دیتی ہیں۔

(۱) شہوت کو بھڑکانے والی جنسی و غیر مہذب فلمیں اور غیر شائستہ فرہنگ۔

---

۱) لسان العرب، ج ۱، طبع بیروت

۲) ابن منظور، لسان العرب، ۳۳۰ ج ۱۲، ص ۳۵۱، مادہ قوم

۳) المیزان ج ۲، ص ۱۱۱، سورۂ انعام آیت ۳۸

(۶) ... مارت لوٹ مار اور و...

تحمیل ... والی چیزیں۔ یہ اور بات ہے اپنا بنایا منصوبہ اسلامی ملکوں پر

...تے ہیں، اور اپنی بے ... سیاسی حمایت سے اسلامی ملکوں پر مسلط ہوتے ہیں۔ جب امت

میں ... اور معنویت پیدا ... تو معاشرہ میں نہ کوئی چوری کرے، نہ کوئی قتل کرے اور نہ ہی جنسی

بے ... ہے کیونکہ پورا معاشرہ ... آئین کا پابند ہو جاتا ہے۔

...شرہ میں تمام نبی، اور و... خواہش ہوا کرتی تھی۔ اماموں نے انھیں چیزوں کو رواج دینے

کے ... شاہوں کے قبر و مظا... ہے تاکہ امت ان کے فریب و دھوکہ میں نہ آسکے۔

... رحلت کے بعد جو ... کے پاس تھا وہ کتاب خدا، احادیث رسول خدا، آزمودہ افراد

جو ... لکھے ہوئے تھے، چند ... معاشرہ کے اہل علم و عقل و ایمان میں کافرانہ، مشرکانہ، منافقانہ

سیا... کل مل گئے۔ روز ... جنم لینے لگے، ان حالات سے کسی کو انکار نہیں ہے۔

... اس وقت چاہئے ... اختلافات کو چھوڑ دیں۔

... یہ اسلام کی ... جو ہر مسلمان کا مقصد ہے لیکن حقیقی وحدت کا جو محور ہے وہ

ایک ... اور ہمیں ان اختلا... کے ذریعہ اس وحدت کے حقیقی محور کی شناخت حاصل

کر... کیونکہ رسول ... سے آج تک وہی موضوع صرف اختلافی بنا ہوا ہے، وہ

بے ... ہر قوم کا متحد نہ ... ولایت حقہ پر متحد نہ ہونے اور اطاعت و محبت نہ کرنے سے

امت ... اختلافات میں ... چنانچہ اس اختلاف و انتشار کا اصل موضوع ولایت و

اما... قیادت کا م... کو مسلمانوں نے درست طریقے سے اتباع نہیں کیا، اس

کے

ن ... رہے ہیں۔

... صرف اللہ ... کو تسلیم اور اسی طرح رسول اور آنحضرت کے جانشینوں کی

محبت ... نے میں ہے۔

... میں امت

کا ... ایک ہو، ایک سرزمین اور ایک حکومت کے تحت زندگی بسر

کرتے اور ایک مشترک قیادت کی پیروی کرتے ہوں، جماعت اور طائفہ کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے:

﴿وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ﴾(۱)

مدین کے پانی پر جب آپ پہنچے تو دیکھا

کہ لوگوں کی ایک جماعت وہاں پانی پلا رہی ہے۔

﴿وَمِن قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ﴾(۲)

اور قوم موسیٰ میں ایک ایسی جماعت ہے جو حق کے مطابق ہدایت کرتی ہے۔

کبھی ایک رہبر کی قیادت کے معنی میں:

﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا﴾(۳)

بیشک ابراہیم قائد و پیشوا، اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور مخلص تھے۔

یعنی فردیت امت کے معنی میں استعمال ہوئی ہے۔

اس طرح جناب ابراہیم کا وجود ایک پوری امت کے برابر تھا۔

امت اور دین کے معنی میں بھی آیا ہے: جیسے

﴿إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ﴾(۴)

ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم انھیں کے نقش قدم کی پیروی کرنے والے ہیں۔

راغب اصفہانی: امت کے مذکورہ معنی کو عام معنی میں جانا گیا ہے۔ امت ہر اس جماعت کو کہا جاتا ہے جو ایک امر پر جمع ہوئی ہو، کوئی فرق نہیں کہ لوگ اختیاری طور پر یا غیر اختیاری طور پر اس امر کے لئے جمع ہوں۔

---

۱) سورہ قصص، آیت ۲۳

۲) سورہ اعراف، آیت ۱۵۹

۳) سورہ نحل، آیت ۱۲۰

۴) سورہ زخرف، آیت ۲۳

کے طور پر:

﴿ولا ان یکون النّاس ا... واحدۃ لجعلنا لمن یکفر بالرّحمن لبیوتھم سقفا من فضۃ و

معارج علیھا یظھرون﴾ (۱)

یعنی ... کہ تمام لوگ ا... م ہو جائیں گے تو ہم رحمان کا انکار کرنے والوں کے لئے ان کے

گھر... جن پر یہ چ... سب کو چاندی کا بنا دیتے۔

... ہے جہاں ... ں۔ کبھی جمع مردم کو بھی کہا گیا ہے۔

﴿...القریۃ...﴾

... سے معنیٰ ... ہیں ﴿وضرب اللّٰہ مثلا قریۃ کانت امنۃ مطمئنۃ﴾

... (علیہ السلام) ... قاضی نے آیت کے بارے میں سوال کیا:

﴿... و بین القر... رکنا فیھا قری ظاھرۃ و قدرنا..﴾ (۲)

... کا کیا نظریہ ...

... مراد مکہ ہے۔

... رائے کیا ہے؟ کہا ... گ مراد ہیں۔

... بات قرآن میں ... ہے؟ فرمایا:

... لی نے فرمایا

﴿و... من قریۃ عتت عن ا... و رسلہ تلک القری اھلکناھم لما ظلموا...﴾

... رسلنا نوحا الی ق...﴾ (۳)

---

۱) ... آیت ۳۳

۲) ... آیت ۲۲

۳) ... آیت ۱۴

ہم نے نوح کو ان کی قوم کی رسالت کیلئے بھیجا...(۱)

سات نبیوں کی امت

امت سابقہ جسمیں سات انبیاء اور ان کی امتوں کا ذکر ہے وہ:

جناب نوح، جناب ابراہیم، جناب لوط، جناب شعیب جناب ہود، جناب صالح اور جناب موسیٰ علیہم السلام کی امتیں ہیں۔ اللہ نے ان لوگوں کا خاص امتحان لیا ہے، کچھ کامیاب ہوئیں اور کچھ امتیں ہلاک ہوگئیں (۲)

جناب نوح (علیہ السلام) پہلے اولوالعزم نبی تھے جو پہلی کتاب اور شریعت لائے۔ وہ موحد اور اللہ کے شکر گزار بندے تھے (کثرت گریہ ونوحہ وزاری سے آپ کو نوح کہا گیا) لوگوں کی ہدایت، شرک اور بت پرستی سے نجات دلانے پر مامور تھے لیکن یہ قوم سرکش تھی کیونکہ نبی خدا جیسے بزرگ انسان کا مذاق اڑایا اور بہت ساری مشکلوں میں گرفتار ہو گئے۔

﴿وَآتَاهُ اللهُ الْمُلْكَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ﴾ (۳)

خداوند عالم نے (طالوت کو) حکومت وحکمت عطا کی اور جو کچھ چاہا، انھیں سکھایا بتایا۔

﴿يَا قَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَ جَعَلَكُمْ مُلُوكًا﴾ (۴)

جس وقت جناب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا:

اے قوم! اللہ کی نعمت کو یاد کرو!! جو تم پر نازل کی گئی ہے، جس وقت تمہارے درمیان نبیوں کو بھیجا (فرعون کے عذاب سے تمہیں نجات دی) اور تمہیں حاکم وصاحب اختیار بنایا ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ کسی معاشرہ کا معیار کسی خاص اصطلاح پر صادق نہیں آتا ہے۔

---

۱) تفسیر میزان ج۲، ص۱۱۳

۲) علامہ سید محمد حسین الطباطبائی، میزان

۳) سورۂ بقرۃ، آیت ۲۵۱

۴) سورۂ مائدۃ، آیت ۲۰

[illegible] حظہ فرماسکتے ہیں [illegible] گاؤں، قصبہ، شہر، صوبہ، ملک وغیرہ پر دقیق معاشرہ یا امت کا انطباق

[illegible] ہے۔ حسب ذیل [illegible] سے اس بات کا استفادہ ہوتا ہے:

[illegible] نا فی کُلِّ قری [illegible] (۱)

[illegible] تو ہر قریہ میں [illegible] سے ڈرانے والا پیغمبر بھیج دیتے۔

[illegible] ت میں ہر قریہ [illegible] بر کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

[illegible] ت خدا ایسی رہی [illegible] کے ذریعہ ہدایت بشر ہو اور ہر ام القری میں یعنی مرکزی آبادی

[illegible] میں [illegible]۔ (۲)

[illegible] الق مخلوق کے [illegible] رابطہ ہے، جو دراصل خداوند متعال کا حق ہے۔

اہلبیت

[illegible] الی تفویض کرو۔

[illegible] بے اللہ اس حق [illegible] ہی تفویض کرے گا جو ظلم و بے انصافی جیسے بھیانک کارناموں

[illegible] کا [illegible] اور دوسروں کو [illegible] شش کرے۔

[illegible] حکومت تمام [illegible] اور ذی روح کو شامل ہوگا۔

[illegible] ہے کہ کچھ امو [illegible] تک کسی تمام فرد کو دسترسی نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی خداوند عالم کے

[illegible] ار [illegible] واقفیت ہوتی [illegible] بھی قرآنی آیات کی شکل میں اور نبیوں اماموں کی سیرت میں ملتا

[illegible] ہے [illegible] طریقہ تک ہر کسی کو [illegible] ہوتا ہے۔

[illegible] ت واضح الفاظ [illegible] ب تک کچھ مخلص افراد ہی دسترسی حاصل کر پاتے ہیں

لہذا [illegible] تعالی نے انھیں [illegible] ذمہ داری اور باگ ڈور سونپتا ہے۔

---

(۱) [illegible]

(۲) [illegible] قرآن ص [illegible]

کامیابیاں اوران کے راز

دنیا میں بڑے سے بڑے انقلابات رونما ہوئے ہیں، جن کی کامیابیوں کے اسرار و رموز جداگانہ مذکور ہیں لیکن زیادہ تر کامیابیوں کا راز اس کی رہبریت وقیادت پر منحصر ہوتی ہے۔ تاریخ میں کوئی ایک اصول اور قاعدہ نہیں ملتا اور نہ ہی تاریخ اس کیلئے کوئی ضمانت دے سکتی ہے۔ ہر سماج، ہر حزب، اور ہر حکومت نے اپنے لحاظ سے وضع کردہ لائحہ عمل اور خیالوں کے مطابق کام کیا ہے۔ اور ہر کسی فرد و جماعت کی کامیابی اس کے اعمال کی مرہون منت ہوتی ہے۔

كُلٌّ مَرْهُونٌ بِاَعْمَالِهَا.

اسلام کی منطق یہ رہی ہے کہ کام درست کیا ہے، اس کی اہمیت اور شرائط پر وفا کیا ہے تو امن و سالمیت میں رہیں گے، ورنہ تباہی و بربادی کی نذر ہو جائے گا۔ خداوند عالم کی کسی خاص شخص سے رشتہ داری تو نہیں ہے اور نہ ہی کسی کا باپ ہے۔ (مادی نقطہ نظر کے لحاظ سے) اگر آپ نے کام صحیح کیا ہے تو وہ بھی رحمٰن و رحیم اور احسان کرنے والا ہے، اس کی طرف سے حمایت و نصرت ہوگی ﴿اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ﴾ اور اگر نصرت نہیں کی بلکہ خیانت کردی تو مغضوب علیہم، ان پر غضب پروردگار رہوگا۔ یہی ہونا بھی چاہئے! کیونکہ:

﴿اَوْفُوا بِعَهْدِیْ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ﴾

تم اپنے عہد و پیمان کو جو مجھ سے کیا ہے وفا کرو اور میں نے بھی جو عہد و پیمان تم سے کیا ہے، اس پر باقی ہوں۔ سارے اللہ کے بندوں نے جو سماجی اور عوامی خدمت کی ہے اسکو بھی اللہ کی طرف نسبت دی ہے، آج اکثر ممالک نے زور و زبردستی والا طریقہ اپنایا ہے پوری پوری مملکت پر قابض ہو گئے اور کئی دہائیوں اور صدیوں سے ملک کو اپنی میراث بنائے بیٹھے ہیں قوموں اور سارے باشندوں کا جو بھی ہو کوئی پرواہ نہیں ملاحظہ فرمایئے!

…ربیعہ یا آل خلیفہ … یہ خود غرضانہ منطق اور غلط سیاست نہیں تو کیا ہے؟ اس کی پشت
… کر رہی ہیں، بات … ان کا وجود گویا سامراجوں کی دل خواہ حکومت ہے۔

… چھوڑو!

… یا دکھاوے … نے والا ہے۔ قرآن کی آیت ہے:

…كم ولا أمانيّ أهل …

… دعویٰ اور نعرہ بازی … ہے۔ مَن يَعمَل سُوءً يُجزَ بِه۔ جو شخص بھی برا کام کرے گا
… کرے گا، کوئی فرق … وہ شخص مسلمان ہو یا غیر مسلمان ہو۔ یہ تو سنت خدا ہی ہے۔

…ت امام رضا (علیہ … کا حسین رحیم پور نے نقل کیا ہے کہ امام کے زمانہ میں بہت سے
… پر مسلح … تھے، ایک ان میں زید تھے جنہوں نے زیدیہ کی قیادت کی تھی،
… کے علاوہ یہ ایک دوسرے … بہت شریف تھے، علوی انقلابیوں میں تھے اور امام کے بھائی
…ت حاصل کرنا چاہا … قیام کیا اور فتح کر لیا تھا، خود مختار حکومت تشکیل دیا لیکن کچل دیا گیا
… امام رضا (علیہ السلام … سے پھانسی نہیں دی بلکہ مشروط آزادی دیدی۔ کچھ دنوں بعد مرو
… ایک جلسہ میں بعض … امام رضا (علیہ السلام) کے ساتھ محو گفتگو میں تھے، دوسرے گوشہ
… سے گفتگو کرنے … گفتگو تیز بولے، ہاں ہم اہل بیت ہیں جو بے حساب و کتاب
… گے۔ اس پر امام … السلام) نے بات روک کر زید کو خطاب کیا یہ کیا مہملات ہیں؟
… فرض کر لی … ہمارے لئے ہر صورت میں ضمانت دی گئی ہے۔ یہ دعویٰ
… طرح کہو گے تو … موسیٰ ابن جعفر (علیہ السلام) سے بھی خدا کے نزدیک افضل ہو
… اور ایک مدت … تلاش اور شہادت کے بعد بہشت میں جائیں گے اور تم
… جنت میں جا… باپ سے زیادہ خدا تمھیں عزیز رکھتا ہے…

حکومت کا استحالہ

دور حاضر کی حکومتوں میں اسلامی نقطہ نظر کے مطابق بڑا ابدلاؤ آچکا ہے، ہم کو حقیقت امر سمجھنا ضروری بھی ہے رسول اللہ کی قیادت میں اسلام کو مسلسل کامیابی ہوئی اور قدرت وسطوت کے سبب کفار، مشرکین علانیہ اور مخفیانہ طور پر اسلام میں داخل ہو گئے اور موقع ومحل کی تلاش میں رہے کہ کب اس امر سے فائدہ اٹھالیا جائے۔ بحث گذر چکی کہ درجہ اول کے اصحاب، تابعین، تبع تابعین بتدریج اسلام حقیقی سے دنیاداری کی طرف پلٹ گئے جس کو قرآن نے صاف صاف الفاظ میں بیان کیا ہے۔

سرکار رسالت نے اپنی حیات مبارک میں حکومت حقہ کی تشکیل دی۔

جن میں آنحضرات کے خاص تربیت کردہ ذمہ داران قرآن وآسمانی آیات سے حکم خدا استخراج کرنے کی صلاحیت کے مالک تھے۔ جن میں سب سے پیش پیش رسول خدا کے مخلص اور ہر محاذ پر کام کرنے والے امیر المومنین علی ابن ابیطالب تھے، امام کے علاوہ آپ کی لخت جگر فاطمہ زہرا فرزندوں اور خاص خاص صحابیوں کو حکومت الٰہی کے نفاذ کا طریقہ بتایا اور الٰہی حکمراں کا نمونہ بنایا۔ اپنی حیات گرامی میں ہی ایسے افراد خاص کو آنے والی نسلوں کیلئے ذخیرہ کیا۔

جس کی دنیا میں کوئی مثال نہ تھی، چنانچہ اہل دنیا نے اپنے مفاد کیلئے خطرہ محسوس کر لیا اور امام علی (علیہ السلام) کی حکومت اور بیعت چھوڑ کر حزب مخالف کے ساتھ اتحاد کر کے علم بغاوت بلند کر دیا۔ کافی حد تک خطۂ عرب پر قابض ہو گئے۔ مظالم، بربریت سفاکیت اور سازشوں کا جال بچھا دیا۔

ان مظالم ناانصافیوں کے مقابلہ میں اہلبیت رسول اور اصحاب خاص اپنی قربانی سے ازالہ کرتے رہے۔ معاویہ جیسے دنیائے عرب کے سازش کاروں، مکاروں کا ساتھ دیا اور جانشین رسول اللہ کو حکومت سے سبکدوش

[illegible] بھی گھر میں پناہ نہ لینے دی، عاجزوں والا حربہ استعمال کیا اور مولائے کائنات علی ابن ابیطالب
[illegible] نماز کی حالت میں [illegible] سے شہید کر دیا جاتا ہے۔ آپ کے فرزند ارجمند امام
حسن [illegible] سلام) کو بھی معاویہ مجبور کر [illegible] استعمال کرتا ہے اور زہر ہلاہل سے شہید کراتا ہے۔

[illegible] کیسا انقلاب، کیسی بدعت [illegible] اسلام میں داخل ہو جاتی ہیں کہ ایک طرف معاویہ
ابن [illegible] اسلام اور اپنی جگہ جانشین [illegible] مرتضیٰ کا اسلام، ایک طرف یزید ابن معاویہ کا اسلام، اپنی
جگہ [illegible] امام حسن مجتبیٰ کا اسلام [illegible] ابن معاویہ جیسے نااہل کا اسلام اور اپنی جگہ نواسہ رسول
اللہ [illegible] شہداء کا اسلام [illegible] حکمرانوں اور بنی عباسیوں ہارون و مامون کا اسلام اور
ایک [illegible] رسول اللہ [illegible] جعفر اور علی ابن موسیٰ الرضا کا اسلام، مامون نے بھی
[illegible] ت دیکھا جا سکتا ہے۔

[illegible] اسلام) کا [illegible] ہے: آقا (عجل اللہ تعالیٰ فرجک): آقا جان! اللہ
[illegible] قدرت و حکومت [illegible] ے، تاکہ ہمیں بھی نان و نمک مل سکے، میں آپ کے
[illegible] ترین حالات میں گذار رہا ہوں۔ مختصر آپ کا دن
[illegible] ے حالات بھی [illegible]

[illegible] ک فَرَجُکُم اَنتُم)

[illegible] رے دست قدرت میں آئے: وہ بہت بڑی تکلیف
[illegible] وقت جبکہ قدرت و حکومت سے دور ہمارے اختیار
[illegible] ے اختیار میں ہوتی تو معلوم ہے، حکومت سے ہمارا

[illegible] خاتم۔"
[illegible] اسا جو کا آٹا، مہر شدہ تاکہ کوئی چیز اس میں بڑھائی نہ

جا سکے۔ وہ فرج جس کے ہم منتظر ہیں، اے کاش وہ وقت آ جائے!

حکومت ہمارے اختیار میں دیدی جائے تو یہ لوگوں کا فرج ہوگا، نہ کہ ہمارا فرج۔ ہمارا حصہ فقط ایک تھیلا جو کا آٹا ہوگا۔ صرف یہی ایک چیز ہوگی جو ہم اس حکومت سے حاصل کریں گے۔

دوسری روایت میں ہے کہ امام رضا (علیہ السلام) سے ایک شخص کہتا ہے، مولا آپ تھوڑا دنیاوی لذتوں سے استفادہ کیجئے، کھانے اور کپڑوں میں بہت سختی سے کام نہ لیجئے۔

حضرت امام رضا (علیہ السلام) نے فرمایا:

خدا کی قسم یہ زندگی جو گذار رہا ہوں، قصر حاکمیت میں شاہانہ زندگی سے بہتر ہے۔ اگر حکومت ہمارے اختیار میں آجائے اور ہم حاکم ہو جائیں، دینی حکومت تشکیل دیں، اس وقت اس سے خراب غذا کھائیں گے، موٹا اور سخت لباس پہنیں گے۔ آج کا دن ہمارے لئے آسائش آرام وراحت کا دن ہے۔ وہ دن ہمارے لئے سخت ہوگا اور ایسے افراد جو سخت کوشش و زحمت کرنے والے ہونگے انھیں کو حکومت کے داخلی امور میں آنے دیا جائیگا۔

یہی طریقہ کار پیغمبر سے شروع ہوتا ہے اور ائمہ اہل بیت کے ذریعہ سلسلہ آگے بڑھتا ہے۔ سارے دینی حکام کو چاہئے کہ تمام انسانوں کو یعنی جو معاشرہ کا سب سے غریب ہو یا سب سے امیر، شہری حقوق کے لحاظ سے سب ایک نظر سے دیکھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر عہد حکومت میں امام معصوم نے بادشاہوں کے غیر عادلانہ رویہ کا مقابلہ کیا اور ظلم و زور اور غیر قانونی اموال کو مستحق میں تقسیم کر کے حکومتوں کا استحالہ کرنا چاہا۔

حکمراں جماعت؛ خادم قوم ہوتی ہے

اسلامی حکومت میں، لوگ بمنزل اشیاء نہیں ہیں، حکمراں جماعت کے لئے منصوبہ یا پروگرام نہیں بنا رہے ہیں بلکہ بندگان خدا کیلئے منصوبہ بنا رہے ہیں۔ اسلامی تہذیب میں یہی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ فتح مکہ کے بعد سید نا محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مکہ کی حاکمیت پر ایک جوان کو نصب کیا، یہی الفاظ تعبیر کیا اس کو بھیج رہا ہوں تاکہ خدمت کرے۔ فہو خادم: وہ خدمت کرنے آرہا ہے۔ وہ خادم ہے البتہ تمھیں چاہئے کہ اس کی اطاعت کرو، تاکہ وہ خدمت کر سکے۔ اسے کمزور یا اس کی نافرمانی نہ کرنا۔

امام حسین (علیہ السلام) نے حکومت اسلامی کی بنیادی عدالت، تہذیب و ثقافت اسلامی پر رکھی اور اس کے

کام کی خاطر قیام ہوئے، سچ بات تو یہ ہے کہ لوگوں کی گردن پر ایک

میں حمایت واطاعت کرتے۔ اب اگر کوئی امام شہید

سب کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

لیہم السلام) سے روایت ہے کہ حکمراں جماعت کو ایسا

یں، لوگوں کو بھی صالح حاکم کے کاموں کو شک کی نظر

ن اور اپنی خواست کیلئے مطابق چیزوں کے امیدوار نہ

ت سے خصوصی فائدہ اٹھانے سے منع کیا گیا ہے۔

المومنین (علیہ السلام) میں نامور شخصیتوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ امام قرآن کریم اور

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تعقیب کر رہے تھے۔ جو سب کے سب شہید یا مسموم

نبرد آزمائی، جاہ طلبی، چوری، بیت المال سے شخصی

پابندی تھی، کوئی حلال اسلامی تہذیب میں نہیں وارد ہوئی ہے یعنی کسی کی دلخواہ

کا جواز بالکل نہیں ہو تہذیب وثقافت اور اصول شریعت کی حکومت نافذ کرنے کی

نے فرصت نہیں دی، چنانچہ ایسی حکومت کو فرزند

اور آیت قرآن کی تکمیل اور صداقت واضح ہوسکے۔

أرسلَ رسولَہ ... الحقِ لِیُظهِرَهُ علی الدِّینِ کُلِّهِ ولَو کَرِهَ

بھیجا تا کہ تمام دینوں پر اس کی حقانیت ظاہر ہو

تمام جہانخواروں کی بدعتوں کا استحالہ وازالہ فرمائیں

بث خیالات کا خاتمہ ہوجائے گا، ہر طرف گوشہ و

لیہ وآلہ وسلم) ہوگا۔

باب چہارم

امامت کے مصادیق

باغ رسالت: شجرہ طیبہ

قرآن [illegible] امامت کے مصادیق

قرآن [illegible] اہل بیت رسول اللہ (صلی [illegible] علیہ [illegible] وسلم) اور امام معصوم کے اسماء و مصادیق کو حکمت اور اشارہ و
کنا [illegible] ساتھ [illegible] کیا گیا ہے۔ شیخ [illegible] ابن محمد سے اور محمد ابن یعقوب سے اور علی ابن ابراہیم نے
ان [illegible] اپ [illegible] ئیل ابن مہران سے [illegible] ہے:
محمد [illegible] ہادی (علیہ السلام) [illegible] سفر بغداد کا ارادہ کیا تو میں نے پوچھا مولا میں آپ پر
قربان [illegible] کے اس سفر میں [illegible] آپ کے بعد اس امامت کو کون سنبھالے گا، اس پر امام
مسکرا [illegible] اور [illegible] دیا کہ یہ میرا [illegible] ایسا نہیں ہے۔ اس سفر میں کوئی خطرہ نہیں ہے، خطرہ
دوسرے [illegible] ہے، کچھ دنوں میں [illegible] آئے تو خبر ملی مامون مر گیا اور معتصم خلیفہ بن گیا ہے، اس
سفر [illegible] ہم کو [illegible] دی، تو راوی نے [illegible] جس پر امام نے فرمایا:
[illegible] فرزند [illegible] جو میرے پاس [illegible] میرے بعد امام ہے اور تم لوگ اس کی پیروی کرو اور
دوسری روایت [illegible] ہے کہ امام فرمایا:
[illegible] آج [illegible] ہوں اور امامت [illegible] اور تم لوگوں کے لئے جو وظیفہ میرے باپ کی رحلت
[illegible] تھا اب [illegible] مجھ پر ہے لہٰذا تم [illegible] کرنا ہے۔
[illegible] ول [illegible] امام کے سلسلہ میں [illegible] رسول سے منقول ہیں جو مختلف کتب حدیث وغیرہ
میں [illegible] ہوئی [illegible] بہت سے [illegible] ن کا ذکر حکمت کے تحت ذکر ہوا ہے:
[illegible] اھد [illegible] صراط المستقیم [illegible] اور راست خدا سے ہدایت پائیں، تو فرمایا:
صراط [illegible] حق نفسہ [illegible] کا راستہ حق ہے۔

خود امیر المومنین علی ابن ابیطالب فرماتے ہیں: " اَنَا عَبْدٌ مِنْ عَبِیْدِ مُحَمَّد " میں غلام رسول اللہ ہوں

۲۔ ﴿صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ﴾

ان لوگوں کا راستہ جن پر نعمتیں نازل فرمائیں۔ جن لوگوں پر نعمتیں نازل کی گئیں وہ ائمہ معصومین ہیں۔

۳۔ ﴿اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ﴾

وہ لوگ جو غیب پر ایمان لائے۔

(۱) قرآن کریم میں جہاں بھی مومنوں کا ذکر آیا ہے، اسکا سب سے بہترین اور کامل مصداق ائمہ طاہرین علیہم السلام ہیں۔

(۲) غیب پر ایمان لانے کی جہاں بات ہے تو خداوند عالم کی ذات پر رسول اللہ کے کہنے سے ایمان لانے والے امیر المومنین علی ابن ابیطالب ہیں۔ تفسیر میں غیب سے مراد امام مہدی (علیہ السلام) ہیں اور جو شخص ظہور امام کا انتظار کرتا ہے وہ غیب پر ایمان رکھتا ہے۔

۴۔ ﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلٰئِکَةِ﴾

آدم ابوالبشر کو اسماء کی تعلیم دی۔ وہ اسماء الٰہی منظور ہیں اور اسماء خدا کے مظاہر حضرات معصومین ہیں۔

۵۔ ﴿اِذَا نَزَلَتْ بِکُمْ شِدَّةٌ فَاسْتَعِیْنُوْا بِنَا عَلَی اللّٰهِ وَ هُوَ قَوْلُ اللّٰهِ ﴿وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی﴾ وَ نَحْنُ وَاللّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ مِنَ الْعِبَادِ عَمَلًا اِلَّا بِمَعْرِفَتِنَا.

جب بھی کوئی سخت بلا و مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ تو ہماری طرف آؤ اور ہمارے وسیلہ سے اللہ سے مدد چاہو کہ اللہ کے اسمائے حسنٰی ہم ہیں۔ واللہ خداوند متعال تمہارا کوئی عمل بغیر ہماری معرفت کے قبول نہیں کرتا ہے۔

۶۔ ﴿اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِیْنَ آمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾

فرمایا: صاحب اختیار ولی اور اولیٰ خدا کی ذات اور اس کے رسول اور جو ایمان لائے، نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکات دینے والے اتفاق اور یقین کے ساتھ امیر المومنین ہیں، البتہ ان کے جانشین بھی ان کے مانند ہیں۔

۷۔ ﴿یَا حَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُ فِیْ جَنْبِ اللّٰهِ﴾

ت و[illegible] میں اہل غفلت [illegible] گے اور کہیں گے: وائے ہو مجھ پر کہ امر الٰہی کو چھوڑ دیا۔

باقر ([illegible] السلام) نے فرما[illegible] جنب اللہ [illegible]

[illegible] ت و بازو ہیں۔

﴿لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى [illegible] وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾

[illegible] ے ائمہ اہل بیت! آپ [illegible] باقر [illegible]) تاکہ لوگوں پر شاہد رہے اور رسول ہم پر شاہد ہیں۔

ابو [illegible] امام باقر (علیہ السلا[illegible] ت کرتے ہیں: لوگوں پر شاہد صرف ائمہ اور انبیاء ہیں۔

﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ

مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهُ كَانَ [illegible]﴾

[illegible] نے آسمانوں، زمین اور [illegible] عرض کی، سب نے قبول کرنے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ

انسان [illegible] نے قبول کر لیا اس [illegible] وہ [illegible] آزمائش میں اپنے نفس پر ستم کرنے والا اور ولایت سے

ناواقف تھا۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾

اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو [illegible] اور اللہ سے توسل برقرار کرو۔

[illegible] نبی روایت کرتے [illegible] ب حاصل کرو اور ان کو اللہ تک سیر کمال کا وسیلہ بناؤ۔ شیخ

صدوق [illegible] نے [illegible] اللہ سے روایت [illegible] اولاد سے دیگر اماموں کی اطاعت، اللہ کی اطاعت اور

ان [illegible] سے عصیان [illegible] عروۃ الوثقیٰ اور اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہوتے ہیں۔

﴿[illegible] فقد اطاع [illegible] عصاهم فقد [illegible]﴾

﴿[illegible] العروة [illegible] اللہ﴾

[illegible] فرمایا: جس [illegible] کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، جس نے ان کی

نافرمانی [illegible] اللہ کی معصیت [illegible] اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ۔

﴿تنزل الملائكة [illegible] من كُلِّ امرٍ سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾

شب قدر میں فرشتہ اور روح القدس اللہ کے اذن سے امام بقیۃ اللہ پر نازل ہوتے ہیں، یہ رحمت کی رات ہے، طلوع فجر ہونے تک۔ علی ابن ابراہیم قمی روایت کہتے ہیں کہ ملائکہ اور روح امام عصر پر نازل ہوتے ہیں اور اس سال کے مقدرات کو امام پر عرض کرتے ہیں اور امام باقر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ پوچھا گیا:

کیا شب قدر کو پہچانتے ہیں؟

امام نے فرمایا: ﴿كَيْفَ لَا نَعْرِفُ وَالْمَلَائِكَةُ يَطُوفُونَ بِنَا﴾

آخر شب قدر کو کیسے نہ پہچانیں گے (کہ کون سی شب ہے) جبکہ اس شب میں ملائکہ ہمارا طواف کرتے ہیں اور سلام و تحیت بھیجتے ہیں، امام زمانہ پر طلوع فجر ہونے تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

کافی میں امام سجاد (علیہ السلام) سے روایت ہے: اگر مخالفین یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے بعد شب قدر نہیں رہی تو سورہ قدر کی تکذیب کی ہے، اگر کہیں شب قدر ہے تو اعتراف کر لیا کہ اس شب میں امر الٰہی ملائکہ کے ذریعہ ہم پر نازل ہوتے ہیں اور کس پر نازل ہوتا ہے وہ کون ہے؟ وہ صاحب فضیلت امام بقیۃ اللہ عج ہیں۔

امام موسیٰ ابن جعفر سے روایت ہے، آپ نے فرمایا:

کوئی ایسا فرشتہ نہیں ہے جس کو اللہ بغیر کوئی کام کے نازل کرتا ہے مگر یہ کہ پہلے امام زمانہ کی خدمت میں پہنچتا ہے اور اس کام کو امام کے حضور میں پیش کرتا ہے اور ملائکہ کی رفت و آمد اللہ کی طرف سے صاحب امر یعنی امام کی طرف ہوتی ہے۔

۱۲۔ ﴿قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِندَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾ (۱)

اے رسول کہہ دو کہ میرے اور آپ کے بیچ اللہ تعالیٰ شاہد رہے یہی کافی ہے اور جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

امیر المومنین (علیہ السلام) نے فرمایا: میرے پاس علم کتاب ہے جس میں کون ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ ہے، آیت کا شاہد سورہ نمل ہے کہ آصف ابن برخیا نے کہا:

---

۱) سورہ رعد، آیت ۴۳

کتاب ہے اور ت کرا نکھ جھپکتے ہی حاضر کردوں گا

اور انجام دیا۔

﴿اعملوا فسی ملکم و رسولہ والمؤمنون﴾

بھی عمل کرتے ب اس عمل کو تم کو دکھاتا ہے اور رسول و مومنین جو ائمہ ہیں اس عمل

﴿نور السما مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح المصباح فی

کأنھا کوکب یوقد من شجرۃ مبارکۃ﴾

ن و زمین کا نور ل ایسے چراغ کی ہے، جسمیں ایک روشن چراغ ہے، وہ

کے بیچ ہے، جسکی درخشان اور وہ مبارک زیتون کے درخت سے روشن ہے

فانوس سے مر (علیہ السلام) کی ذات گرامی کی تاویل کی گئی ہے، انھیں کے

نے تمام ممکنات کیا ہے) جس کی دلیل میں حسب ذیل آیت ہیں:

جاعل فی الار

ہے: میں نے طرح دوسری آیت میں فرمایا:

سی لاخیہ فی﴾

ن موسیٰ نے میرے جانشین ہو۔

نا لہ الریح حیث اصاب﴾

ن کے فرمان سے جہاں چاہیں آرام سے رواں دواں ہو جائے۔

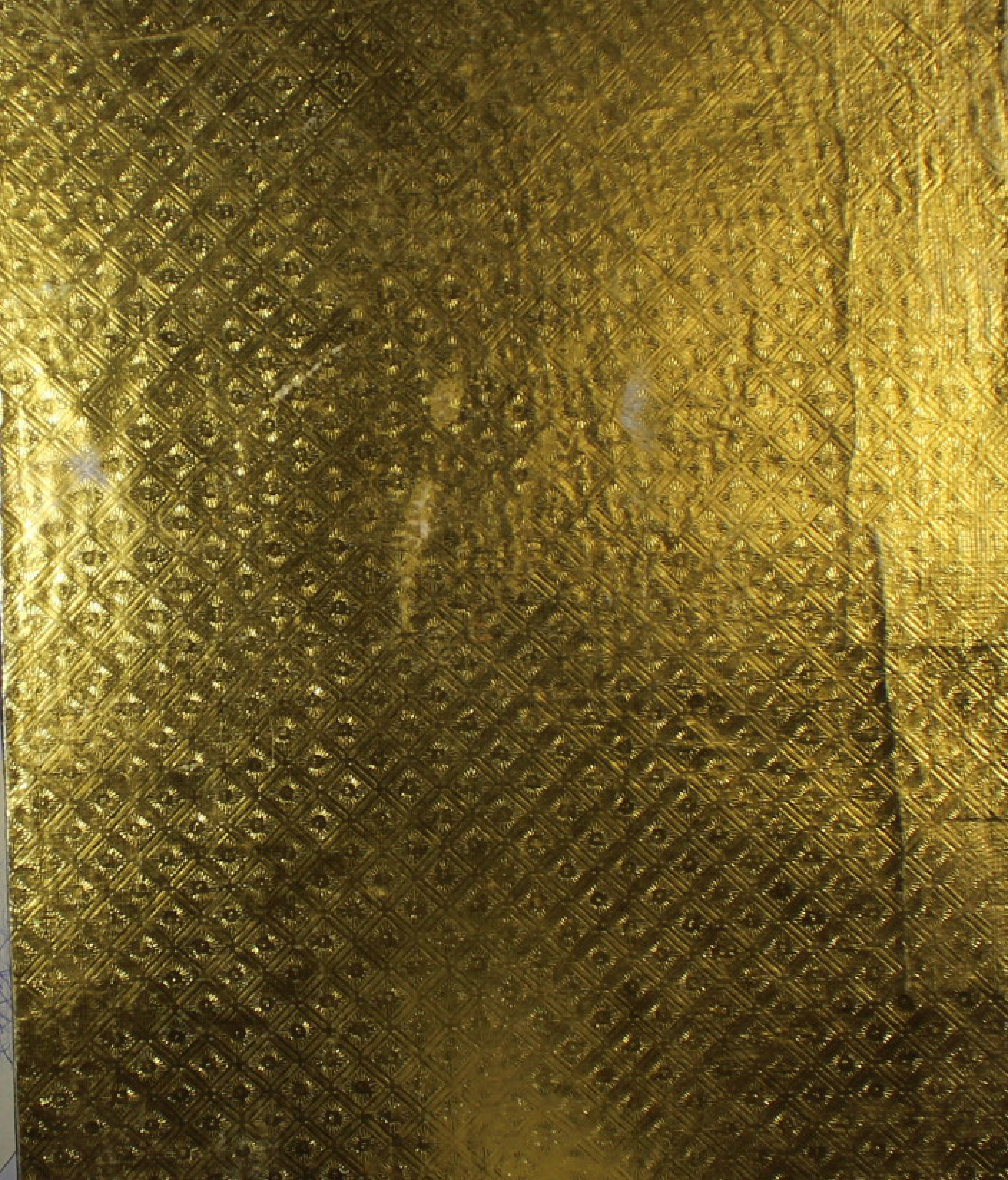
شیطانوں کو مسخر کیا، جبکہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

أمتی افضل ئیل﴾

ت کے علماء فضل ہیں اور ان سب میں افضل، اکمل واشرف علماء

ی مخلوق ان صادق (علیہ السلام) نے فرمایا ہے:

ف العبد اما وضع کذا و وضع یدہ علی الحائط فإذا



باب اول

مفہوم امامت

مختلف لغات اور لسانیات میں

دینی اور سماجی اصطلاحات میں

ولایت مطلقہ سے رسالت اور امامت کا اتصال

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ کما یستحقہ حمد الحامدین و

الصلاۃ والسلام علی محمد عبادہ المصطفیٰ و آلہ الھداۃ المعصومین

توحید کا مظہر

اسلام: ایک دین ہے، جس میں مکمل نظام حیات پایا جاتا ہے۔ اگر مزاج بشریت کے فطری، جسمانی، روحانی، علمی اور ابدی ضرورتوں کو بہم پہنچانے کا ذمہ دار ہے، تو اسلامی اصول کے نفاذ اور فرد و اجتماع کے حقوق اور فرائض کا بھی ذمہ دار ہے۔ سماج کے فرد و اجتماع کا احترام، دین اور وجدان کو محفوظ رکھنا اور حکومت کی بنیاد اسی سے استوار اور پائدار ہے۔

اسلام: خدائی آئین پر مشتمل اور قرآنی شکل میں مکتوب ہے۔ جس کو منظم طور پر ادارہ کرنے کی بھرپور صلاحیت انبیاء خدا، حجۃ بالغہ اور امام ہدیٰ کی ذات گرامی میں ہوتی ہے کیونکہ حقیقت میں یہی حضرات حکمت حیات سے بخوبی آشنا اور انسانیت کو اس کے مقصد کمال تک پہنچانے کے ذمہ دار ہیں۔

رسالت: سماج کی بنیاد اسی نبوت سے پائدار اور مستحکم ہوئی ہیں۔ اسی نبوت یا امامت کے سایہ عطوفت میں سماج کو ارتقائی بالیدگی اور کمال حاصل ہوتا ہے۔ جیسے

دین: افراد معاشرہ کی رگوں میں خون کو پاکیزہ کرنے کا کام کرتا ہے، اسی طرح امامت انسانی پیکر میں روح کے مانند کام کرتی ہے۔

امام: انسانی معاشرہ کے لئے دھڑکنے والے دل کا کام کرتا ہے، جس کے بغیر حیات ممکن نہیں ہوتی ہے۔

امام: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نائب اور وصی خاص ہوتا ہے۔

رسول اللہ کے بعد ''نظام امامت'' ایسا لطف الٰہی کا سامان ہے جو ہر زمانہ میں افراد معاشرہ، اقوام عالم اور

حکومتوں کوکمال وسعادت اور سربلندیوں تک پہنچاتی رہی ہے۔

امامت کادراصل توحید سے اتصال ہوتا ہے، اور امام اصول الٰہی کے اجرا کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ عدل وانصاف اور حدود کے اجراء میں امام ہی توحیدی صفات کا حامل ہوتا اور اللہ کی قدرت اور صفات کا مظہر ہوتا ہے۔

ایسے کمال کا حامل امام معصوم ہی نہیں بلکہ ان کے وکلا اور نائبین بھی ہوتے ہیں۔

اِنَّ لِلّٰہِ فِی کُلِّ عَصرٍ حُجَۃً قَائِمَۃً یرُدّ کَیدَ الخَائِنِینَ..(۱)

ہر زمانے میں اللہ کی ایک حجت ہوتی ہے جو تمام خائنوں کے مقابلہ میں قیام کرتا ہے۔

سارے امام معصوم تکلیف کے لحاظ سے برابر ہیں رہ گیا زمان ومکان کے لحاظ سے عمل در آمد یا ردعمل میں فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح عہد حاضر میں جب مخالف طاقتوں کا اتحاد اسلام کے خلاف ہو جاتا ہے پھر فقہاء اسلام تکلیف سمجھتے ہوئے مقابلہ اور دفاع کرتے ہیں اور علماء ہمیشہ امام کی آمد کے مقدمات فراہم کرتے ہیں۔

---

۱) اللمعۃ الدمشقیۃ، ج ۱/ص ۵۵

''مرتبہ کمال کس کو چاہئے''

(۱) مقدمہ عقلانیت

انسان اپنے نفس سے محبت کرنے کے ساتھ ساتھ کمالات کا متمنی ہوتا ہے! کیوں؟

اسلئے کہ کمال میں لذت، شرف اور فرحت محسوس کرتا ہے۔

اب ایسا کمال جس کی کوئی حد نہیں ہے۔ انسان اس کمال کی آخری حدوں تک پہنچنے کیلئے **مسلسل** جد و جہد کرتا رہتا ہے۔ بسا اوقات وہ کمال جہاں تک انسان پہنچنا چاہتا ہے اور جن وسائل کے ذریعہ پہنچنے کیلئے کوشاں ہوتا ہے، اس کا علم نہیں ہوتا ہے، ان کمالات کی عدم تشخیص کے اسباب مختلف ہیں۔۔اب انسان سرگردان و متحیر رہ جاتا ہے کہ کیا کرے؟۔۔کیونکہ!!

(۱) ان وسائل یا ذرائع کا صحیح علم نہیں ہوتا ہے، جن کے ذریعہ ان کمالات تک رسائی ہو۔

(۲) اس کمال تک پہنچنے میں زیادتی، سرکشی، سبقت، عجلت اور دوسری کوشش کرتا ہے کیونکہ کمال کی آخری حدوں کا علم نہیں ہوتا ہے، جو کمال خداوند متعال کا معین کردہ ہے۔

یہاں پر سوال یہ ہوتا ہے کہ ان کمالات کا شعور ہمیں کس طرح سے ہو اور اس کا راہ حل کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ عالم ازلی ہے، احسن الخالقین ہے، سارے لوگ اس کی بہترین شاہکار ہیں سب کچھ وہی عطا کرتا ہے اور وہ انسان کو کمال پر دیکھنا چاہتا ہے۔

﴿وَاَن لَّيْسَ لِلْاِنسَانِ اِلَّا مَاسَعٰى﴾(۱)

---

۱) سورۂ نجم، آیت ۳۹

اور یہ کہ ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے۔جس کی کوشش خود اس نے کی ہو۔

﴿وَ اللّٰهُ اَخرَجَكُم مِّن بُطُونِ اُمَّهٰتِكُم لَاتَعلَمُونَ شَيئًا وَجَعَلَ لَكُم السَّمعَ وَ الاَبصَارَ وَ الاَفئِدَةَ لَعَلَّكُم تَشكُرُونَ﴾(۱)

اللہ تعالیٰ نے تم کو شکم مادر سے پیدا کیا ہے اس وقت تم کچھ نہیں جانتے تھے اسی نے تمہارے آنکھ، کان اور دل بنائے، تاکہ تم شکر گزاری کرو۔

انسان پیدا ہوتے وقت نفع اور نقصان کو نہیں جانتا تھا۔ اسی نے احساس، ادراک عطا کیا جس کے ذریعہ مدرکات کا علم ہوا، اور دل عطا کیا، جسکے ذریعہ تمام چیزوں کی گہرائی کا علم ہوا، تاکہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے بن جائیں اور اسی کی تسبیح وتمجید کریں۔(۲)

اللہ تعالیٰ قابل شمار نہیں

اللہ تعالیٰ ہم انسانوں سے کمال چاہتا ہے اسلئے ہمیں پیدا کیا ہے، جس کے رحمت وفضل کی کوئی حد نہیں ہے وہ واحد بغیر عدد ہے۔ بلا عدد ہے ورنہ اثنیت (دوئیت) لازم آتی ہے یعنی اس کی ایک حد معین ہو جائے گی جبکہ وحدت میں کوئی حد وحدود اور اس کی کوئی انتہا نہیں ہوتی ہے، اس کو کوئی شمار نہیں کرسکتا ہے اسطرح اس کے تمام صفات رحمٰن ورحیم اور کریم... میں کوئی حد وفصل نہیں ہوتی ہے خواہ وہ چیز مادی اشیا سے ہو یا معنوی۔ اللہ تعالیٰ کی ایکتائی وحدانیت توحید سے ہے، توحید تفعیل کے وزن پر ہے جس کے معنی کثرت کے ہوتا ہے، تو اللہ واحد ہے درانحالیکہ کثیر ہے یعنی ہر جگہ ہر وجود اور ہر عالم میں موجود ہے۔ اسی طرح جتنے بھی کمالات کا تصور کیا جاسکتا ہے اسکا مرکزی وجود؛ ذات باری تعالیٰ، واجب الوجود ہی ہے۔

مولانا امیر المومنین علیہ السلام کسی شخص کے جواب میں فرماتے ہیں:

وَيْلَكَ لَمْ تَرَهُ العُيُوْنُ بِمُشَاهَدَةِ الاَبْصَارِ وَلٰكِنْ رَاَتْهُ القُلُوْبُ بِحَقَائِقِ الاِيْمَان...

---

۱) سورہ نحل، آیت/۷۸

۲) علامہ طبرسی، تفسیر مجمع البیان، ج/۶ص/۲۱۳

اللہ تعالیٰ کو آنکھوں کی ظاہری بصارت سے نہیں دیکھ سکتے ہو کیونکہ ہمارا پروردگار نزدیکی دوری، حرکت، سکون، قیام وقعود، آنے جانے، مشاہدہ کرنے، التفاتی کرنے وغیرہ سے متصف نہیں ہو سکتا ہے۔(۱)

لہذا ہمارے جیسے ممکن الوجود کو اس کمال تک وہی پہنچا سکتا ہے جو اس ذات کے تمام صفات و کمالات میں سب سے زیادہ واقف ہوگا، جو عالم ملک سے عالم ملکوت تک کی خبر رکھتا ہوگا اور وہ خداوند متعال کے خاص بندے اولیاء کرام، انبیاء عظام اور ائمہ اطہار علیہم السلام ہیں۔

(۲) مقدمہ خلقت

﴿الم تر انّ اللہ سخّر لکم ما فی الارض..﴾(۲)

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کردیا ہے..

سوال یہ ہوتا ہے کہ انسان جو چند سالوں کیلئے پیدا کیا گیا ہے اسکی خواہشات کی کوئی حد معین نہیں ہوتی ہے؟ لیکن جب اس کی کوئی حد معین نہیں ہے تو کیا اسکو خود انسان کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اب اس کی حد کون بتائے گا تاکہ انسان صحیح مقام و مقصد پر پہنچ سکے؟

ورنہ یہ انسان تو پست ترین چیزوں کے پیچھے چکر کاٹ کاٹ کر ختم ہو جائے گا۔

انسان حب دنیا ہے، ریاست طلب ہے، شہرت طلب ہے، رفاہ و راحت کو دوست رکھتا ہے یعنی ظاہری دنیا کیلئے دوڑ لگا رہا ہے کیسے ممکن ہے کہ انسان ان پست چیزوں کے لئے بنایا گیا ہے؟

جو اسکو فائدہ تمام نہیں پہنچاتی ہے، جس سے وہ مطمئن نہیں ہو پاتا بلکہ وہ ایک چیز کی تلاش میں ہوتا ہے جو اس سے زیادہ اہم ہے!

یہاں سے کئی باتیں کشف اور ظاہر ہوتی ہیں:

(۱) اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کمال کے پیچھے دوڑ رہا ہے لیکن کبھی کبھی ظاہری چیزوں میں کمال

---

۱) سلونی قبل ان تفقدونی: الخطیب الشیخ محمد رضا الحکیمی، ص ۳۵۲

۲) سورۂ حج، آیت ۶۵

چاہتا ہے، اور کبھی آثار حقیقی میں کمال نہیں چاہتا ہے، اللہ نے دنیا کو آراستہ کیا اور انسان کے قبضہ واختیار میں دیا ہے تا ان چیزوں سے استفادہ کرتے ہوئے کمال کی منزلوں تک پہنچ سکے

لیکن شیطان جو اپنے آپ کو بڑا عالم سمجھ رہا تھا، آثار ظاہری میں دھوکا کھا جاتا ہے اور کہتا ہے:

﴿خَلَقتَنِی مِن النَّارِ وَخَلَقتَهُ مِن طِینٍ﴾ (۱)

اے اللہ! تجھ ہی نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور ان (جناب آدم) کو تو نے خاک سے پیدا کیا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان پست چیزوں کو ہی افضل و برتر سمجھ لیتا ہے۔

(۲) کبھی انسان آثار باطنی کے ذریعہ کمال چاہتا ہے...

یہ بھی طے شدہ بات ہے کہ انسان فقط ظاہری کمال ہی نہیں چاہتا ہے، اگر یہ باطنی کمال نہ ہوتا تو مفاہیم خیر و شر، نیکی وبدی ختم ہو جاتی جب کہ ان سب کی امتیازی شان یہی ہے کہ خیر وعدل، ظلم وقباحت، سعادت وکرامت ...جو عملی ہیں، محسوسات سے ہیں اور اعتباری مفاہیم کے بھی حامل ہیں کیونکہ علوم حقیقی کے مفاہیم خارج میں مصادیق رکھتے ہیں لیکن ظلم اعتباری کا خارج میں مصداق نہیں ہوتا ہے۔

زید ایک انسان ہے خارج میں ایک مفہوم حقیقی کا حامل ہے، پانی کا مفہوم حقیقی ہے خارج میں مصداق رکھتا ہے، اگر خارج میں مصداق نہ رکھتا ہو تو اعتباری ہے، جیسے ظلم لیکن ظالم ایک فعل ہے جسکا خارج میں حقیقی مصداق ہے جو کہ خود ہی انسان ہے نہ کہ ظلم...(۲)

اللہ کی طرف سے انسان کو قوت معرفت واحساسات اور قوت تسخیر عطا کیا گیا ہے تا کہ زاد راہ اکٹھا کر سکے۔ اس کے ذریعہ مفاہیم کو تحریک کر سکے اور انسان تمام منابع کائنات سے استفادہ کر سکے۔ تمام مخلوقات کو مسخر کر سکے۔ ورنہ تمام مفاہیم اعتباری ہو کر رہ جائیں گے۔

اس کے مقابلہ میں دیگر علوم اعتباری ہیں کیونکہ اس کے پیچھے مصداق خارج میں نہیں ہے اور وہ سماج سے

---

۱) سورۂ اعراف، آیت/۱۲

۲) میزان/۱۱۵، صفحہ پر رجوع کر سکتے ہیں

متعلق ہے اسی طرح انسان فردیت میں کوئی تسخیر نہیں کر پائے گا لہذا ضروری ہے کہ ایک جماعت ہو یعنی سماج سیو یلائزڈ ہو ورنہ فرد کو تسخیر حاکم ومحکوم کی کیا ضرورت ہے، نہیں ہے! اگر ایک فرد ہے تو اس کو کیا ضرورت ہے؟

کمال: زیر پرچم امامت اور پیروی میں ہے۔

اس سوال کے جواب میں کہ انسان اپنی فردیت میں تنہا ہے تو اس کو ان سب چیزوں کی کیا ضرورت ہے؟

اگر افراد انسان زیادہ ہوں تو انتظام وانصرام اور ادارہ کرنے کے لئے قیادت کی ضرورت ہے۔ یہ تمام چیزیں اعتباری ہیں کیونکہ خارج میں ان کا مصداق نہیں ہے، خارج میں فلاں شخص صدر ہے، خارج میں وہ ایک انسان ہے۔ وزارت، حکومت، صدارت، اعتباری یا اضطراری ہے، نہ کہ حقیقی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو چیز حقیقت پر مبنی ہو، انسان کو چاہئے کہ اس کی تحصیل میں لگ جائے، وہ حقیقت اصل توحید ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی دعوت، ہدایت، رسالت اور امامت ہے۔ اس کی اہم ترین دعوت الوہیت ورسالت کا ابلاغ اور معاشرہ میں عدالت کا نفاذ ہے۔ اس کے زیر پرچم جو حکومت، صدارت، رسالت وزارت ہوگی وہ حق وعدالت کی حکومت ہوگی اس میں الوہیت ورسالت کا نفاذ ہوگا، جس کا ابلاغ امام عادل کرے گا۔ وہی حکومت، عدالت وانصاف کی حکومت ہوگی۔

(۳) مقدمہ طبیعت

انسان مدنی بالطبع ہے، سیو یلائزڈ ہے یعنی فطری طور پہ معاشرہ سے مربوط خلق کیا گیا ہے۔ جیسا کہ مشہور ہے ورنہ انسان فطرتاً فردیت پر خلق کیا گیا ہے۔ دیگر نظریات اور بیانات ذکر ہوئے ہیں۔ توجہ فرمائیں!

(۱) انسان کی طبیعت میں مسخر کرتا ہے۔

(۲) انسانی احتیاج بہت زیادہ ہیں۔

(۳) اشیاء استفادہ کیلئے آمادہ نہیں ہیں۔

(۴) انسان کے مقدور میں بھی نہیں ہے کہ

تنہا انسان مخلوق کائنات پر مسخر ومسلط ہو جائے اور ایجاد اشیاء اور اختراع پر متمکن ہو جائے۔

لہذا کوئی بھی ہو معاشرہ بنانے میں دوسروں کی مدد کا محتاج ہے تا کہ سارے وسائل سے استفادہ کر سکے۔

ورنہ دوسرے افراد کو مسخر نہیں کرسکتا ہے نیز دوسرے افراد خود ہی اس کو مسخر کرنے پر آمادہ ہیں لہذا آپس میں معاہدہ ہوگا،

جسطرح ایک دولت کا انفاق کرتا ہے، دوسرے اس کی مساعدت کررہے ہیں، ایک کام کرتا ہے، ایک ایجاد واختراع کرتا ہے اور دوسروں پر ہے، اسکی اجرت یا صلہ دیں اور اس کی طاقت وحکمت سے استفادہ کریں۔ اب اگر ایک دوسرے کے حق سے چشم پوشی یا اعراض کرتا ہے تو ظلم ہوگا، تسخیر تو کرلیا لیکن حق نہیں دیا ہے۔

کچھ تسخیر ہونے والی اشیاء مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) جمادات (۲) نباتات (۳) معدنیات (۴) حیوانات (۵) حکومتیں (۶) انسان یا اس کی انرژی کے علاوہ دوسری چیزیں...

کیونکہ ایک نظام چلانے کی خاطر بہت سی چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

اور یہ فطری بات ہے کہ انسان کی ضروریات مختلف ہیں۔ بے حد وبے حساب ہیں کوئی ایک امر چاہتا ہے تو کوئی دوسری چیز، سب کی نیاز مختلف ہے لہذا معاشرہ میں اختلاف رونما ہوتا ہے۔

اختلاف کہاں سے پیدا ہوتا ہے؟

ان اختلافات کی جڑیں ذاتی خواہشات ہیں کیونکہ!

۱) اختلاف وہاں سے ایجاد ہوتا ہے جہاں سے حب ذات، حب مال اور حب مقام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور لوگوں کا اس پر اتفاق نہیں ہو پاتا ہے۔

ایسی صورت میں اختلاف پیش آئے تو حل کہاں ہوگا؟

اس کے بھی قوانین وضع ہوئے ہیں۔

اس کا کوئی قانون قاعدہ ہے یا بغیر کسی اصول اور طریقہ کار کے چھوڑ دیا جائے گا۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے ہر ایک مسئلہ کا قانون اور قاعدہ ہے اگر لوگ اس اصول کے مطابق چلیں گے اور اپنی زندگی میں ان باتوں پر عمل کریں گے پھر روزمرہ کے مسائل کو حل کرسکتے ہیں۔ اب دیکھنا ہے وہ قانون معقولات کی بنیاد پر بیان ہوا ہے، تو منقولات کو معقولات کی بنیاد پر دیکھیں، برعکس کہ انسان اور طبیعت بشر کے مطابق ہے اور عقل وفطرت

قبول بھی کرتے ہیں یا مسئلہ اس کے برخلاف ہے! نتیجہ خود بخود سامنے آجائے گا۔

(۴) مقدمہ اطاعت (یا قیادت)

سماج کی قیادت سے متعلق زمانہ قدیم سے طریقہ چلا آرہا ہے کہ عرب اپنے اونٹوں یا بھیڑوں میں سے ایک سائق کا منتخب کرتے اور اسی کو سب سے آگے آگے رکھتے تھے۔ سائق (گلہ بان) کے اشارے پر سارے بھیڑ یا اونٹ کی جماعت اپنے معین راستے پر چلتے جاتے ہیں اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔ مالک بھی ان سے مطمئن ہوا کرتا تھا۔

عرب اس کو قائد یا سائق کہتے تھے اور یہ خدمت دوسرا کوئی انجام نہیں دے سکتا تھا کیونکہ جانوروں کو ادارہ کرنے کی صلاحیت خاص تربیت کے بعد ہوتی تھی یہی حال لوگوں کی قیادت کا بھی ہوتا ہے کہ سارے جہاں کا مالک اپنے خاص بندہ کی تربیت کرتا ہے اور وہی امت کی امامت کرتا ہے، پھر اس کے بندوں کی ہدایت کرکے گمراہیوں سے نجات دلاتا ہے۔

جب سے مادی نظام عالم سیو یلائزڈ ہوا ہے، روز بروز انفرادی طور سے زندگی گزارنا سخت ہوا جا رہا ہے۔ جس کی بنا پر ہر قوم، سماج اور ملک وملت کے لوگ محتاج ہیں کہ معاشرہ بنائیں اور اپنی انفرادی واجتماعی ضرورتوں کو افراد معاشرہ کی مدد سے پورا کریں۔

فرق نہیں کہ دینی معاشرہ ہو یا غیر دینی، جیسا کہ لفظ امت میں دینی خصوصیت یہ ہے کہ ہمارے آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر اطلاق ہوتا ہے۔

بہر حال اس میں اصل راز قوم یا امت کا اپنے رہبر یا امام کی پیروی کا ہوتا ہے۔

امام کی امامت ورہبری کا تعلق اللہ اور اسکے آئین سے جو ثابت ہے جسکا لازمہ یہ ہے کہ وہ امام قرآنی فرمان اورالٰہی مقاصد کو بخوبی درک کرتا ہو تا کہ اس کا درست نفاذ کر سکے اور امت کیلئے بھی ضروری امر ہو کہ اس امام کی اطاعت وپیروی کرے ورنہ افادیت ایک طرف ہو کر رہ جائے گی۔ خداوند عالم کی رسالت وہ امامت تو ہوگی لیکن اللہ کی ہدایت کے ذریعہ الٰہی مقصد کی تکمیل نہیں ہوگی۔ قوانین کا نفاذ نہیں ہوگا خدائی قانون کی روشنی میں معاشرہ وجود میں نہیں آئے گا۔

قانون کی ذمہ داری

﴿أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ﴾(۱)

کیالوگ رحمت پروردگار کی تقسیم کرتے ہیں؟

ہم نے زندگانی دنیا کی روزی ان میں تقسیم کی ہےاور ایک کودوسرے سے بلند کیا تا کہ ایک دوسرے کواپنے ماتحت کرکے اس سے کام لیں، اس طرح کا ایک سسٹم طریقہ کار ہونا بھی چاہئے تھا اگر چہ اس عارضی چیز کی اہمیت کو بہت خاص فضیلت حاصل نہیں ہے کیونکہ دینی مفاہیم میں ذکر ہوا ہے کہ جس کو یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں اس سے پروردگار کی رحمت بہت ہی بہتر ہے۔

لوگوں میں تنگی اور وسعت نظری کا تفاوت ضرورت کی ایجاد اور وقتی غرض سے ہوتا ہے تا کہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں، بعض لوگ دوسروں کے عمل سے فائدہ اٹھائیں اور کائنات کا نظام بحسن وخوبی چل سکے۔(۲)

پتہ چلا کہ انسان ضرورت کے تحت دوسروں کو تسخیر کرسکتا ہے کیونکہ سارے لوگ کسی نہ کسی عنوان سے محتاج ہیں، رہ گیا سب کی احتیاج جداگانہ ہے چنانچہ ہر ایک کی تسخیر میں یکسانیت بھی نہیں ہوتی ہے لہذا قانون و اصول کے ذریعہ اختلافات کو رفع کیا جائے۔اس میں اہل حق کو اسکا حق اور اہل فرض وتکلیف کو اپنی ذمہ داریوں کو انجام دینے پر مصمم ہونا پڑے گا۔

کیونکہ یہی معاشرہ کی اور دین کی خدمت ہوگی۔

---

۱)سورہ الزخرف، آیت/۳۲

۲)علامہ طبرسی، مجمع البیان ج/۹، ص/۸۴

رفع اختلاف کا سلیقہ

عقل کی روشنی میں

(۱) بغیر سوچے سمجھے نزاع اور عدالت الٰہی کی روشنی میں انسان خود قادر ہے (مادیین کا نظریہ ہے)

(۲) عقل تنہا معاشرہ کے تمام اختلافات اور مشکلات کو بغیر دستور الٰہی حل نہیں کرسکتی ہے۔

(۳) کوئی بھی ایسا امر نہیں ہے کہ دو شخص آپس میں اختلاف کریں اور اس کا حل کتاب خدا (اسلام) میں نہ ہو۔ یہ اور بات ہے کہ اس مطلب تک عقل بشری نہ پہنچ پاتی ہو۔

جیسے کسی مسئلہ کو مجتہد چار دلیلوں (قرآن، حدیث، عقل اور اجماع یا شہرت فتوائی) سے جان لیتا ہے اور جب صحیح نتیجہ تک مجتہد پہنچتا ہے تو اس کو مصیب اور ثواب کا دوہرا حصہ پانے کا سزاوار ہوتا ہے، اگر صحیح مطلب تک نہیں پہنچ پاتا ہے تو اس کو مخطی کہتے ہیں، پھر بھی اکہرے ثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔

رفع اختلاف خدائی فیصلہ ہے

ہشام ابن حسان سے نقل ہے: امام حسن ابن علی علیہما السلام نے بیعت لینے کے بعد خطبہ فرمایا: ہماری اطاعت و پیروی کرو کیونکہ ہماری پیروی اللہ نے فرض کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول کی پیروی کا ایک ذکر ساتھ ہے۔

"اَطِیعُونَا فَاِنَّ طَاعَتَنَا مَفرُوضَہ، اِذ کَانَت بِطَاعَةِ اللّٰہ وَ رَسُولِہ مَقرُونَة، قَالَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ:

﴿یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا أَطِیعُوا اللّٰهَ وَأَطِیعُوا الرَّسُولَ وَأُولِی الْأَمْرِ مِنْکُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِی شَیْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ

وَأَحْسَنُ تَاوِيلًا﴾(۱)

اے ایمان لانے والو! اللہ تعالی کی پیروی کرو اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیروی کرو اور ان کی جو تم میں صاحبان امر ہیں پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ تعالی کی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف پلٹا دو (یعنی اس کے احکام کی طرف رجوع کرو)، اگر تمہیں اللہ تعالی پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

﴿وَلَوْ رَدُّوهُ اِلَى الرَّسُولِ وَ اِلَى اُولِى الاَمرِ مِنهُم لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَستَنبِطُونَهُ مِنهُم وَلَولَا فَضلُ اللّٰهِ عَلَيكُم وَرَحمَتُهُ لَا تَبَعتُمُ الشَّيطَانَ اِلَّا قَلِيلًا﴾(۲)

حالانکہ اگر یہ لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے، تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے۔ (۳)

---

۱) سورۂ نساء، آیت/۵۹

۲) سورۂ النساء، آیت/۸۳

۳) امالی المفید، ۳۲۹، ۴، عبداللہ محمد بن النعمان العکبری البغدادی معروف شیخ مفید، تحقیق حسین استادولی وعلی اکبر الغفاری، النشر الاسلامی قم ط الثانیہ ۱۴۰۴ھ

ہادی کی ضرورت

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کیلئے انبیاء بھیجے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آیا واقعاً انسانوں کو ان ہادیوں کی احتیاج بھی تھی یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس نے انسانوں کو خلق کیا ہے، وہی بہتر جانتا ہے، اللہ نے ہدایت کے لئے نبیوں کو بھیجا۔ اب چونکہ اللہ کی جانب سے یہ نبی آئے ہیں یہ بات خود دلیل ہے۔ جن انسانوں کی ہدایت کیلئے نبی آئے ہیں ان دونوں میں فرق ہے کیونکہ ہادی اللہ کی جانب سے ہدایت کرنے والے اور دوسرے افراد ہدایت پانے والے ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ ان نبیوں کی کیا خصوصیت ہے جن کی بنیاد پر ہم انسانوں کی ہدایت کریں گے۔ یہ بات بھی یقینی ہے کہ انھیں ان تمام معارف کی تعلیم دی گئی ہے جن کی بنیاد پر ہدایت کرسکیں۔ تو خود بخود یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کی ذمہ داریاں بھی اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ نبوت: خاتم النبیین، رحمت للعالمین محمد ابن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ختم ہو جاتی ہے، دین: صرف دین حق یعنی اسلام، اسی کے حلال کردہ حلال کو قیامت تک حلال اور حرام کردہ حرام کو قیامت تک حرام اور قرآن معجزہ والی کتاب قیامت تک باقی رہے گی، اس میں کسی طرح کے باطل کی گنجائش نہیں، یہ اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی کتاب ہے۔

جب یہاں تک بات آئی تو اب دو امر پر ہماری عقل متمرکز ہوتی ہے:

(۱) ہر زمانے میں ایک دین کا محافظ ہونا لازم آتا ہے۔

(۲) دوسرے جو ہمارے ذہنوں میں پہلے سے ہے وہ یہ ہے کہ جب ہر زمانے میں ایک امام مرشد کا ہونا ضروری ہے، تو ہر حال میں اس کی پیروی بھی لازم آتی ہے۔ ورنہ اللہ کی جانب سے رسالت و امامت کا لوگوں کی ہدایت کیلئے مبعوث کرنا عبث لازم آئے گا۔

اس سے بڑھکر دلیل عقل کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت و پیروی کا ارادہ کیا ہے اور اپنی نافرمانی، یعنی گناہ سے منع کیا ہے کیونکہ اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے۔

﴿وَاَنَّ اللّٰهَ لَيۡسَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِيۡدِ﴾

اب سب باتوں کا خلاصہ اور لازمہ یہ ہوا کہ ہر زمانہ کے لئے ہادی اور امام ایسا ہو جو لوگوں کو اللہ کی اطاعت سے نزدیک اور گناہ و نافرمانی سے دور اور نجات دینے والا ہو۔

اس سے یہ بات بھی روشن ہو جاتی ہے کہ نبوت و ہدایت کا ہر زمانہ میں خدا نے انتظام کیا ہے۔ جن بنیاد پر ایسا کیا وہ درج ذیل ہیں۔

۱) مقصد حیات کی وضاحت

۲) ذمہ داریوں کی انجام دہی

۳) کمال واشرفیت کا حصول

یہاں تک تو دیگر اقوام و مذاہب میں کوئی خاص اختلاف نہیں ہے، کم وبیش ہر مسلک و مذہب کے رہنما اور اہل علم و دانش ماہرین تسلیم کرتے ہیں۔

امامت سے متعلق بھی یہی شرائط پائے جاتے ہیں۔ جو بحث مقدمہ میں گذر چکی ہے۔

لیکن اصل امامت میں شیعہ اور سنی کے درمیان فرق پایا جاتا ہے۔

مذہب امامیہ کے نزدیک: امامت اصول دین کی ایک اہم کڑی ہے۔

اہل سنت کے نزدیک امامت کو ایک فرعی اور جزئی مسئلہ جانا گیا ہے۔

شرائط کے اعتبار سے دونوں میں فرق ہے، جو حسب ذیل طریقہ سے بیان ہوتی ہیں۔

سماج میں امامت کا تصور

لوگوں میں محبت، الفت، انسجام اور اتحاد جیسا زمینہ ہموار کرنا قرآن کا بنیادی مقصد رہا ہے، جس کو بہت بڑی نعمت گردانا گیا ہے کیونکہ بھائی چارگی، میل جول، اتحاد، اتفاق اور آزادی سے ہی کسی سماج کو ترقی مل سکتی ہے اور آزادی ہی افکار وسلیقہ کی ترقی کا سبب بنتی ہے، اگر کسی سماج میں اتفاق، آزادی اور ترقی نہ ہو اختلاف، ذلت شکست اور تنزلی ہوگی کیونکہ ایک سماج: بہترین نظام، قانون، آزادی، مدیریت اور کمانڈ کی طاقت رکھتا ہوگا، یا دوسری طرف سماج کے افراد بہترین تہذیب وثقافت، تفکر اور عقیدہ کے حامل ہوں،

اور تیسری جانب اس سماج کو ادارہ کرنے کیلئے بہترین قوانین اور احکامات بھی فراہم ہوں،

لیکن افراد سماج اتحاد، انسجام، سماجی درک وشعور، باہمی تفاہم نیز اتفاق رائے نہ رکھتے ہوں، افراد اپنے سلیقہ اور ذاتی افکار واعتقاد پر تکیہ کریں اور سماج کی مدیریت سے انکار کر کے اختلاف وانتشار کا شکار ہو جائیں تو اس کے اثرات سے آپس میں جنگ اور خونریزی کے بھیانک مناظر دیکھنے میں آئیں گے۔ بلا تردید افراد سماج تفرقہ، انحطاط، تنزلی اور شکست سے روبرو ہوں گے۔ اور اگر ایک سماج کے پاس اس مذکورہ سماج کا ایک فیصد بھی قانون ونظم ہوگا اور سماج کو ادارہ کرنے کی قوت بھی ہو، اور مدیریت وقیادت کے لحاظ سے بہت کمزور ہی کیوں نہ ہو، سیاسی اور سماجی قوانین کے لحاظ سے بھی کوئی خاص اہمیت کا حامل نہ ہو، رہ گیا سماج کے تشکیل اور اس کی مدیریت کے شعور کی ضرورت کا درک، ہم فکر اور آزادی واتفاق رائے کا تھوڑا بہت شعور ہو، اختلاف عقیدہ اور راہ وسلیقہ کے باوجود اتحاد اور ارادہ سے سماج کی مشکلات کو حل کرنے کیلئے قیام کرے گا، تو بلا شک وتردید کامیاب سماج وجود میں آئے گا اور اپنی دنیاوی شان وشوکت اور قدرت کو زندہ رکھ سکے گا۔ یہ سماج کے افراد کا قانون پر عمل کرنے کا نتیجہ ہے۔ مذکورہ بالا مطالب سے امامت وقیادت کا عملی زندگی میں ہونا لازم آتا ہے۔

درست مطالبہ

دلیل: انسان دو چیز سے مرکب ہے۔

(۱) مادی عناصر اور

(۲) روحانی عناصر سے

ان دونوں میں روحانی عناصر اصل ہے اور مادی عناصر؛ کمالات تک پہنچانے کا وسیلہ، ذریعہ ہیں۔ جیسا کہ جسم کمال کو حاصل کرنے میں بہت بڑا کردار ادا کرتا ہے کیونکہ جسم نے اگر روح کے درست مطالبوں کو پورا کیا تو کمال کی جانب رواں دواں ہے، اور اگر روح کے صحیح مطالبوں کو پورا نہیں کیا تو اس دنیا میں انسان بد بخت اور اس عالم روحانیت میں بھی پلیدگی اور ناکامی ہے۔ چنانچہ ان دونوں کو ایک دوسرے کا جزء کہا جاسکتا ہے۔ اور جسم کے ذریعہ روح کی تربیت ہوتی ہے، اسی روح کے ذریعہ انسان کمالات کے درجات حاصل کرتا ہے۔

خالق کائنات نے عالم امکان میں تمام مخلوق کو مادہ سے پیدا کیا ہے۔ جس کا پہلا مرحلہ یہی زمین اور عالم مادہ ہے کیونکہ کمال و زوال اسی دنیا، عالم مادہ سے شروع اور معین ہوتا ہے۔ رہ گیا یہ دنیا بھی آخرت کا ابتدائی مرحلہ ہے۔ انسان اپنی انفرادی اور اجتماعی کامیابیوں کا عمل اسی مرحلہ سے شروع کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ معنوی فضا بھی انسان کو اپنے محیط میں لیتی جاتی ہے جس کا شعور فطری طور پر بیدار ہوتا جاتا ہے۔

اگر چہ دیکھا بھی جاتا ہے کہ انسان جتنا ہی اجتماعی زندگی کا معتقد ہوتا جاتا ہے۔ اتنا ہی افراد معاشرہ میں اختلاف بھی ظاہر ہوتا جاتا ہے۔ جیسے جیسے اجتماعی پیچیدگی بڑھتی جاتی ہے لوگوں کی توجہ دین کی طرف بڑھتی جارہی ہے کیونکہ دین کی بنیادی ضرورت خود انسانی فطرت ہے ساتھ ہی ساتھ افراد جامعہ کے اختلافاتی اور نزاعی مسائل کو حل کرنا بھی ہے، جیسے جیسے انسان ٹکنالوجی اور مادی علوم کی ارتقائی منزلوں کو طے کرتا جارہا ہے،

مادی وسائل، اس مادی حیات کو مسخر کرنے میں بڑھتے جارہے ہیں اور انسان جتنا ہی مادی امکانات پر قبضہ جماتا جارہا ہے، احتیاج بھی بڑھتی جارہی ہے اور تسخیر طبیعت کیوجہ سے اختلافات بھی بڑھتے جارہے ہیں۔ ساتھ ہی نئی راہیں نئے انکشافات اور نئے اختراعات وجود میں آرہے ہیں۔ بہت سے تصورات اعتقادات فرسودہ نظر آنے لگے ہیں۔ انسانیت نئے راہ پر تیزی میں بڑھتی جارہی ہے یہاں سے اجتماعی حیات میں نئے اعتقاد پیدا ہوتے جاتے ہیں۔

زیادہ مناسب ہے کہ اجتماعی حیات اور لوگوں کی ضرورت دین کے مابین ایسے قانون کی شکل میں ہوں جو اجتماعی اختلافات کو حل کرسکیں۔ اس بناء پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اوائل حیات میں جبکہ انسان غیر مہذب تھا تو دین کی احتیاج تھی لیکن اسوقت علمی ثقافتی... ارتقا کے زمانہ میں دین کی ضرورت نہیں ہے!

کیونکہ انسان نے جب علوم وفنون میں ترقی کی، ایک دین اور ایک مصلح کی بھی ضرورت زیادہ محسوس ہوئی ایسا دین اور مصلح اس انسان کیلئے قدرت رکھتا ہے کہ:

ہر چند زمانہ گذرتا جارہا ہے لوگوں کی دین اور مصلح یعنی ہادی اور امام کیطرف ضرورت بڑھتی جارہی ہے۔ اسی بناپر امام اس وقت ظاہر ہوں گے جب لوگ امام کے وجود کی ضرورت کو بڑی شدت سے محسوس کرتے ہوں گے اور خود کو امام کی آمد کے لئے تیار کرچکے ہوں گے ہر انسان کسی ایک نجات دہندہ، اصلاح کنندہ کا منتظر ہوگا اور انسانی حیات اس موڑ پر پہنچ چکی ہوگی جبکہ تجربات بشری ایسے نتیجہ پر تمام ہوگی جب انسان اپنے مسائل کا حل نہ پاسکے گا اور ان تجربات اور وسائل کو دین یا روح کو مددگار نہ پائے گا۔

لہذا بات روشن ہے کہ دین کی ضرورت اجتماعی حیات کا لازمہ ہے۔

اجتماعی حیات کی پیچیدگیاں جتنی کم ہوگیں تو معاشرہ میں پیچیدگی بھی کم ہوگی (غربیوں کے مطابق) یہاں سے ایک قانون کشف ہوتا اور اصول بنتا ہے کہ انسان جتنا پچھڑا ہوگا، رشد وارتقا کم ہوگی تو امکانات کی تسخیر بھی کم ہوگی۔ اب اندازہ لگائیں: آل رسول امام علی (علیہ السلام) سے لیکر ان کے آخری فرزند اور زمانہ کے آخری امام (علیہ السلام) نے علوم وفنون کے دریا بہائے ہیں جبکہ ہر زمانہ کے سلاطین طرح طرح کی پابندیاں عائد کئے ہوئے تھے پھر بھی وہی علوم عالمی ارتقائی اور ٹیکنالوجی کی بنیاد بنی ہوئی ہیں جن میں امام علی (علیہ السلام) کے

تعلیم کردہ اصول ہوں یا امام سجاد زین العابدین (علیہ السلام) کا عطا کردہ بحر معارف ہو اور توسل وتقرب الٰہی یا امام جعفر صادق (علیہ السلام) کی اختراع کردہ ٹیکنالوجی علم کیمیا..اور دیگر علوم ہوں۔

آج غربیوں کی ٹیکنالوجی میں ارتقائی کمال امام جعفر صادق (علیہ السلام) کے ایک خاص شاگرد جابر ابن حیان کی دین ہے، جنھوں نے امام کے اصول کے ذریعہ مختلف علوم کشف کئے ہیں۔ چنانچہ غربیوں کی علمی فنی ترقیوں کی بنیاد دین اسلام اور دینی رہبروں کی مرہون منت ہے۔ دینی افادیت اور سرگرمیوں پر کتمان نمائی اور ان کو خارج از عمل قرار دینے کی کوششیں کی گئی تو دین کی جامعیت بھی متاثر ہوئی اور بہت سارے مسلمان احساس کمتری کا شکار ہونے لگے اور دھیرے دھیرے علمی فنی میدان میں مسلمان کمزور پڑنے لگے۔

چنانچہ علوم اور ٹکنالوجی میں توسیع جتنی زیادہ ہوگی انسانی فکر کو دین کی احتیاج اور ضرورت بڑھتی جائے گی، اسطرح انسانی افکار واذہان اور تخلیقات کامل اور عمیق تر ہوتے جائیں گے۔

تمام حیاتی لوازمات کی زیادتی کا مطلب یہ ہے کہ آسمانی لائحہ عمل کی تکمیل اور خدائی رسالت کا آخری عہد بھی ہوگا اور اس تکمیل شدہ آئین کا نظام چلانے والا بھی ہو، جسکو امام کہتے ہیں۔ رسول اللہ کے مقصد بعثت ''اسلام'' کو استمرار اور باقی رکھنے کے لئے یہ امامت رسالات سابقہ سے زیادہ سخت، زیادہ پیچیدہ سماجی تقاضوں اور مطالبوں کا جواب دہ ہو سکے۔ اس دین کو لانے والے اور ہم تک منتقل کرنے والے انبیاء ہیں لہذا معلوم ہونا چاہئے کہ ان کا وظیفہ اور مقصد کیا رہا ہے؟

انبیاء ان میں خاص طور سے آخری نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور پھر سلسلہ امامت کا وظیفہ کچھ مشترک اور کچھ مخصوص دیکھا جاسکتا ہے جو آگے کی بحث میں ذکر کیا جائے گا۔

(۱) اللہ کی طرف دعوت

دلیل: ﴿یَاأَیُّهَا النَّبِیُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِیرًا﴾ (۱)

اے نبی! یقیناً ہم نے ہی آپ کو (رسول بناکر) گواہیاں دینے والا، خوشخبریاں سنانے والا اور آگاہ کرنے

---

۱) سورۂ احزاب، آیت/۴۵

والا بھیجا ہے۔

﴿دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِیرًا﴾(۱)

انبیاء اور ائمہ اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والے اور روشن چراغ ہیں۔

(۲) عدل وانصاف کا نفاذ

دلیل: ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنَاتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْکِتَابَ وَالْمِیزَانَ لِیَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾(۲)

ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا ہے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا ہے تا کہ لوگ عدل وانصاف اور مساوات پر قائم رہیں۔ یہ عدل وانصاف صفات فعل سے بھی ہے، لہذا ہر مکلف پر واجب ہے کہ عدل الٰہی کے مطابق عمل کرے۔ ساتھ ہی نیک افراد کی خیر و بھلائی اور شریر اور بدترین لوگوں کی سزا بھی معین ہے۔ اس مختصر بحث سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ ہر زمانہ میں حق کی طرف دعوت کے مقابل باطل کی ساری طاقت لوگوں کو اس راہ سے منحرف کرنا اور عدل وانصاف سے دور کرنا ہے، جسکا لازمہ یہ ہے کہ ان سارے نبی، وصی اور ولی کے مقصد بعثت کی حفاظت کرنے والی ایک طاقت ہے، جس کو: امام کہتے ہیں اور وہ عترت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ہیں۔

توحید کی بحث جمیں:

(اول) توحید نظری: یعنی اللہ تعالیٰ کا علم جس کے علاوہ کوئی دوسرا خدا نہیں ہے۔

(دوم) توحید عملی: یعنی اللہ تعالیٰ عالم امکان میں مؤثر ہے یا کہ جو کچھ ہے اس کے اذن سے ہے۔

مذکورہ بالا دونوں دلیلوں میں کون اصل ہے کون فرع، اسمیں کئی احتمال ہے، دونوں اصل ہیں یا اس کا برعکس

۱) دونوں اصل کیونکہ انبیاء اسی مقصد کے ساتھ آئے۔

---

۱) سورۂ احزاب، آیت ۴۶

۲) سورۂ حدید، آیت ۲۵

باطل ہونے کی دلیل

(۱) پہلی وجہ

﴿الٓرٰ کِتَابٌ اُحکِمَت آیَاتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَت مِن لَّدُن حَکِیمٍ خَبِیرٍ﴾(۱)

..یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں محکم بتائی گئی ہیں اور صاحب علم وحکمت کی طرف سے تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔

﴿اَلاَّ تَعبُدُوا اِلاَّ اللّٰہَ اِنَّنِی لَکُم مِّنہُ نَذِیرٌ وَبَشِیرٌ﴾(۲)

اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، میں اسی کی طرف سے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں۔

(۲) دوسری وجہ:

اگر دو اصل ہوتی تو ثنویت لازم آتی ہے۔ اب اسطرح

اگر دونوں اصل اللہ کے لئے ہے، تو معاشرہ میں لازم آتا ہے کہ وہ شرک کے اسباب میں اضافہ ہو، لہذا یہ رائے بھی باطل ہے۔

پہلی دلیل میں احتمال کا خلاصہ اللہ کی عبودیت میں ہے لہذا دونوں اصل نہیں ہو سکتے ہیں۔

۲) قسط وعدل، معاشرہ میں عدل وانصاف کا نفاذ اصل اور دعوت الی اللہ فرع ہے۔

﴿وَمَا الحَیَاۃُ الدُّنیَا اِلاَّ مَتَاعُ الغُرُورِ﴾(۳)

یہ مادی پرستوں کی رائے تھی جو باطل ہے کیونکہ اس سے معاد کا انکار لازم آتا ہے۔

(۳) دعوت الی اللہ

---

۱) سورۂ ہود، آیت/۱

۲) سورۂ ہود، آیت/۲

۳) سورۂ حدید، آیت/۲۰

اصل اور عدل فقط وسیلہ ہے، دعوت وعبودیت مقصد ہے جسکو معاشرہ میں نفاذ کرتا ہے، جوایک سبب وسیلہ ہے، تا کہ تقرب الٰہی حاصل ہوجائے اور یقین حاصل ہوجائے۔

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾

جب کوئی چیز ہدف مند اور مقصد کے لائق ہوتی ہے تو اس کا کوئی ایک اثر بھی ہوتا ہے اور جب اثر انداز ہو تو اسکی قدر و قیمت بھی ہوتی ہے ورنہ نہیں۔

مثال کے طور پر اصل بعثت کی غرض اور مقصد: معاشرے میں عدل وانصاف پہنچانا ہے۔ یہی اصل بعثت نبوی کا مقصد ہے، اگر یہ اصل حاصل ہوجائے تو اب مقصد اور آثار کی قدر و قیمت ختم ہوجاتی ہے کیونکہ مقصد حاصل ہو چکا ہے۔ جو یقین کا حصول ہے۔

﴿حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ...﴾

اصل دعوت فرع: عدل اجتماعی جو وسیلہ فقط ہے اسکی کوئی قیمت نہیں، یہ درست نہیں ہے۔

(۳) دعوت اصل اور عدل فرع ہے، الٓمٓ کِتَابٌ... الا تعبدوا الا الله...

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾

عبادت: غایت مطلق اور اصل نہیں ہے۔ اصل غایت تو ﴿لِيَعْبُدُوا حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾

عبادت کرو یہاں تک کہ یقین حاصل ہوجائے۔

اب یہ عبادت وسیلہ ہے یہاں تک کہ اصل مقصد یقین حاصل ہوجائے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ تمام نبیوں کی بعثت کا مقصد دعوت الی اللہ ہے۔

غرض اور مقصد کی دلیل

اگر بچہ ابتدائی درجات سے نہیں پڑھے گا تو جونیر اسکول اس کے بعد ہائی اسکول پھر انٹر اسکول اور اس کے بعد سے اعلیٰ تعلیم کیسے حاصل کر سکتا ہے؟

لہذا پتہ چلا کہ ابتدائی کلاس آگے کی کلاس کے لیے وسیلہ ہے اور موثر بھی ہے پھر آگے کی کلاس اس چھوٹی کلاس سے بڑی کلاس کیلئے وسیلہ ہے۔

وسیلہ

(۱) جسمیں کوئی ذاتی غرض نہ ہو وہ صرف ایک وسیلہ اور ذریعہ ہو، مثال کے طور پر ہوائی جہاز ایک ملک سے دوسرے ملکوں میں، ایک شہر سے دوسرے شہروں میں سفر کرنے کا وسیلہ ہے۔ اگر دوسرے وسائل سے کوئی ان ممالک یا شہروں تک پہنچ جائے تو ہوائی جہاز کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ بغیر ہوائی جہاز کے اس جگہ جو مقصد تھا پہنچ چکا ہے۔

لیکن ایک دوسری قسم

جسمیں مقصد اور غرض ذاتی ہو جیسے سماج میں عدل و انصاف اور عبادت کو رائج کرنا... یہ سب انسان کے بلند ترین مقصد تک پہنچانے کا وسیلہ ہیں لیکن انبیاء عبادات، معاملات میں عدل و انصاف کو ترک کردیں تو ان کی عدالت ساقط ہو جائے گی لہذا معلوم ہوا کہ اس وسیلہ کی غرض، مقصد اور خود وسیلہ بھی (آخری درجہ کی) غایت ذاتی ہے۔ اس میں فائدہ ذاتی ہے لیکن اول سے دعوت الی اللہ کا اصل ذات میں فائدہ ہے۔

یہ ہے صحیح رائے اور قرآنی نظریہ کہ

اللہ اصل ذات ہے، اور وسیلہ بھی ذاتی ہے۔

ہادیوں کا مقصد بعثت

مجلسیؒ نے کلینیؒ اور ابن بابویہؒ سے روایت کی ہے:

اگر روئے زمین پر صرف دو شخص باقی رہ جائیں پھر بھی ان میں سے ایک امام ہوگا اور آخری شخص جو انتقال کرے گا وہ امام ہوگا تاکہ کسی پر کوئی حجت باقی نہ رہ جائے اور وہ یہ کہہ سکے کہ اللہ نے مجھے بغیر حجت چھوڑ دیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(اِذَا کَانَ ثَلَاثَۃٌ فِی سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوْا اَحَدَھُم)

جب کبھی عالم سفر میں ۳ لوگ ہمراہ ہوں، تو ان میں سے ایک شخص فرمان دینے والا ہوگا۔

امام امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے فرمایا:

لوگوں کے لئے امام ہونا ضروری ہے، خواہ وہ امام ہادی ہو یا فاجر ہی کیوں نہ ہو۔(۱)

(امام نے یہ خوارج کے باطل نظریہ پر دلیل دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ لوگوں کے لئے ایک امام کا ہونا لازم ہے اگرچہ وہ فاسق وفاجر ہی کیوں نہ ہو، رہ گیا مومنین کو اپنے دین پر عمل کرنے سے کوئی چیز روک نہیں سکتی ہے، جیسا کہ امام کے آگے خطبہ سے اس کی وضاحت ہوتی ہے)

ارسال رسل دعوت الی اللہ ہے۔

---

۱) نہج البلاغہ، خ ۴۰، کنز العمال، ج ۶، ص ۱۷، ح ۱۷۵۵۰، حیوۃ القلوب، ج ۳، ص ۱۲

ہدایت کے سامان

(۱) اللہ کی طرف دعوت اور عدل وانصاف کا قیام

خلق کیا ہے توحید کیلئے ،نبیوں کو اصل اللہ کی طرف دعوت اور ہدایت کرتی ہے..

تو پھر فرع کیا ہے؟ عدالت توحید کے لیے ذریعہ ہے اور اصل یہ ہے کہ توحید تک رہنمائی اور رسائی ہو۔

سوال: کیا سماج براہ راست ہدف اور ہدایت تک پہنچ سکتا ہے؟

جواب: خدا کی عبودیت پر سب جمع نہیں ہیں لہذا جہاں عدل وانصاف ہوگا وہیں حکومت خدا ہوگی پھر انسان کہیں سے بھی مقصد تک پہونچ سکتا ہے۔

افادیت کب اور کیسے؟

امامت سماج کو چند امور کی باہمی مشارکت سے ہی مکمل فائدہ پہنچا سکتی ہے اور ان عناصر کے بغیر امامت اپنے اصلی اور عملی مقاصد تک نہیں پہنچ سکتی! اس میں چار بنیادی امور ضروری ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) امت

امت کا اصل مرکزی مقام امامت ہے، اسی پر امت کی رشد وہدایت اور کامیابی منحصر ہے یعنی تمام مسائل، اتفاقات وحوادثات میں معاشرہ کو چاہئے کہ سارے مسائل میں امامت کی طرف رجوع کریں۔

بقول امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام:

"وَاِنَّهُ لَيَعْلَمُ اَنَّ مَحَلِّی مِنْهَا مَحَلُّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحَیَ"،

میرا حریف بھی بہتر جانتا ہے کہ خلافت وامامت میں میرا مقام وہی ہے جو چکی کے کھونٹے (محوریت و مرکزیت) کا ہوتا ہے۔

(۲) امت کی پیروی

امت کا امام کی پیروی اور عزم مستحکم کے ساتھ باقی رہنا بنیادی کردار ہے کیونکہ بغیر امام کی اطاعت اور پیروی کے اصل مقاصد سماج میں عملی نہیں ہو پائیں گے۔

(۳) خدائی انتخاب

اس کا تعارف خدائی نمائندوں اور نص کے ذریعہ عمل میں آیا ہو۔

شیعہ اور سنی دونوں کی گذشتہ تاریخیں شاہد ہیں، ابوبکر نے آخر وقت عثمان کو بلایا اور کہا میرا مسلمانوں سے

عہد و پیمان اور وصیت ہے، جو میں بیان کرتا ہوں، تم لوگ اس کو لکھو!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ عہد اور ایک وصیت ابوبکر کی جانب سے مسلمانوں کے واسطے ہے:

ان کلمات کو ادا کرنے کے بعد ابوبکر بے ہوش ہو گئے، عثمان نے اپنی جانب سے لکھ کر پورا کر لیا۔

مسلمانو: ابوبکر نے تمہارے لئے عمر ابن خطاب کو خلیفہ قرار دیا ہے۔

اس کے بعد ابوبکر کو ہوش آ گیا، عثمان سے کہا، جو کچھ لکھا ہے، اس کو پڑھو!

عثمان نے جو کچھ لکھا تھا پڑھ کر سنایا۔

کہا: اللہ اکبر! یہ جیسا کہ دیکھ رہا ہوں، ڈر تھا کہ اگر میں بیہوشی کے عالم میں مر گیا لوگ افتراق و اختلاف میں پڑ جائیں گے۔ عثمان نے کہا:

ہاں: ابوبکر نے کہا خدا تجھ کو اسلام اور اہل اسلام سے جزائے خیر دے۔ اس کے بعد عہد نامہ کو پورا کیا اور عثمان کو حکم دیا کہ لوگوں کو پڑھ کر سنائے۔ اور عمر کو بلایا، وصیت کی اور دوسرے عالم کو سدھار گئے۔

اہل سنت سے سوال ہے کہ اگر رسول اللہ نے خلیفہ معین نہ کیا تھا تو ابوبکر نے رسول کی پیروی کیوں نہیں کی؟

ابوبکر کو اپنے بعد کا اتنا خیال کہ بے ہوشی میں اتنا فکر مند ہوں!

لیکن العیاذ باللہ: اللہ کا رسول اپنے مابعد کے حالات سے غافل؟

(۴) امامت فریضہ

امامت صرف دنیاوی مقام نہیں ہے بلکہ خدائی امور سے متعلق ایک بہت اہم ذمہ داری ہے۔

امامت کی اہمیت کے سلسلے میں امام علی (علیہ السلام) فرماتے ہیں:

خداوند عالم نے امامت کو امت کے اجتماعی نظام کیلئے واجب قرار دیا ہے اور امام (علیہ السلام) کی اطاعت کو مقام امامت کی عظمت کیلئے فریضہ قرار دیا ہے۔(۱)

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

---

۱) نہج البلاغہ، فیض الاسلام، حکمت ۲۴۴، ص ۱۱۹۷

"إِنَّ الْإِمَامَةَ زِمَامُ الدِّينِ وَ نِظَامُ الْمُسْلِمِينَ"(۱)

امامت دین کی مہار اور اہل اسلام کا نظام ہے۔

دوسری حدیث میں آیا ہے

"السَّلَامُ أَمَانًا مِنَ الْمَخَاوِفِ وَ الْإِمَامَةَ نِظَامًا لِلْأُمَّةِ وَ الطَّاعَةَ تَعْظِيمًا لِلْإِمَامَةِ"

سلام خطروں سے بچنے کیلئے امان ہے۔ امامت: امت وملت کا نظام ہے اور امام کی اطاعت و پیروی مقام امامت کی عظمت وشان ہے۔(۲)

امامت کو دین کے نظام کی محوریت قرار دیا گیا ہے اور بتایا گیا کہ امامت اللہ کی جانب سے بشریت کیلئے لطف ہے اس کی پیروی لوگوں پر ضروری ہے تا کہ ظالم سے مظلوم کا حق دلایا سکے اور ان کے مظالم کی روک تھام کر سکے۔ اسی لئے امامت میں عصمت کی شرط لازم قرار دی ہے کیونکہ امام میں عصمت کی شرط نہ ہوگی تو ہر ایک امامت کا دعویٰ کر سکتا ہے اور ریاست، رسالت اور امامت کا مفہوم فقط دنیاوی طرز کا باقی رہ جائے گا اور نتیجہ میں ہر جگہ فتنہ وفساد، ظلم ناانصافی اور بدامنی پھیلتی جائے گی اور الٰہی قانون کا نفاذ ممکن نہیں ہو پائے گا۔

رہ گیا کائنات کو ادارہ کرنے میں امام کا بنیادی کردار ہوتا ہے جس طرح موٹر کسی مشینری کا مرکزی ومحوری رول ادا کرتا ہے اسی کو مرکزیت بنا کر مشین کا پورا وجود گھومتا ہے۔

اسی بات کو ہمارے مولا وآقا امام الموحدین امیر المومنین (علیہ السلام) یوں فرماتے ہیں:

"وَ إِنَّمَا أَنَا قُطْبُ الرَّحَى تَدُورُ عَلَيَّ وَ أَنَا بِمَكَانِي"(۳)

میں چکی کا وہ مرکزی مقام (چکی کی کھونٹی) ہوں جو کہ اپنی جگہ پر استوار اور سارے امور میرے اردگرد گردش کرتے ہیں یعنی اگر میں اپنی مرکزیت سے دور ہو جاؤں تو اس کے وجودی توازن بگڑ جائے گا۔

---

۱) الکلینی، اصول کافی ج ۱، ص ۲۰۰

۲) نہج البلاغہ، حکمت ۲۵۲، عبدالواحد آمدی، غرر الحکم ودرر الکلم (شرح وترجمہ) رسول محلاتی ج ۲ ص ۱۲۱

۳) نہج البلاغہ خ ۱۱۹

امام کے ارشاد کی روشنی میں

''قطب الرحی'' مجمع البحرین کے بقول ایسی مرکزیت جس کے گرد چکی گھومتی ہے۔ اس کے بغیر گردش مختل ہو جاتی ہے تھوڑے ہی وقت میں رفتار رک جاتی ہے۔ جب کسی معاشرہ کا نظام امامت کی بنیاد پر منحصر ہوتا ہے اور اس کی قیادت کا ذرہ برابر بھی رخ بدل جائے نیز خدائی نصب کردہ شرائط سے تھوڑا سا بھی فرق پیدا ہو جائے تو وہی امر سبب بنے گا کہ چند دنوں میں اس نظام میں بہت بڑا خلل اور رخنہ ایجاد ہو جاتا ہے۔

امام کی مرکزیت کا کردار حکومت عدل میں ظاہر ہوتا ہے جس میں امام معاشرہ کی تمام کارکردگی کو جہت، ڈائریکشن دینے والا اور امت کے تمام امور کو منظم کرنے والا ہوتا ہے۔ اگر معاشرہ میں امام کو ہی قطب اور محور قرار دیا جائے تو تمام علمی، سیاسی، اقتصادی اور تربیتی... میدانوں میں استحکام واستمرار باقی رہے گا۔ ایسا نہ ہوا تو وہی ہوگا جو کہ صدر اسلام سے ہی فتنہ وفساد اور بربادیوں کا بھیانک منظر دیکھا گیا ہے یعنی خدائی خلافت وقیادت بادشاہت میں بدل گئی۔ ایسے ایسے ناخوشگوار حالات پیدا ہوتے گئے جو تاریخ اسلام کا بہت بڑا دردناک اور تاریک ناک باب بن گیا ہے۔ جس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے امت مسلمہ شرم محسوس کرتی ہے۔

..وَقَامَتِ الفِتنَۃُ عَلَی القُطبِ وَاَسرِعُوا اِلٰی اَمِیرِکُم وَ بَادِرُوا جِهَادَ عَدُوِّکُم ...(۱)

حوادث آشوب اور فتنوں نے محوریت کے مقابل سر اٹھائے تو خود کو اپنے امام تک پہنچا دو اور دشمنوں سے جہاد کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کرو۔

عہد شکن، فتنہ پرور ناکثین نے اپنی دنیا کے مختلف مفاد کی غرض سے قلب وقطب اور مرکزیت کو نشانہ بنایا اور خطرناک بحران پیدا کر دیا، جس نے معاشرہ اور امت کی مرکزیت کو متزلزل بنا دیا ہے۔

---

۱) نہج البلاغہ نامہ/۱

دین کا اصل محور

لفظ دین مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے، کچھ سیاق وسباق کے لحاظ سے اور کچھ لغت.. کے اعتبار سے معنی بھی فرق کرتا ہے، مجملہ :غلبہ ،حکومت ،قانون ،ضابطہ ،نظم ونسق ،جزا وسزا ،فیصلہ اور اطاعت...

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾(۱)

ذات پروردگار وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس دین کو دیگر تمام ادیان پر غالب کردے، خواہ مشرکین کو یہ چیز کتنی ہی ناگوار ی کیوں نہ گزرے۔

﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾(۲)

بیشک اللہ کے نزدیک جو دین ہے وہ اسلام ہے۔ آیت میں شریعت سید حا راستہ کے معنی میں ہے..(۳)

حقیقت امر یہ ہے کہ دنیا میں نظام معاشرہ قانون حکومت وعدالت کی مختلف اصطلاحات کو قرآن کریم نے ایک جامع لفظ الدین میں جمع کر دیا ہے۔ یہی دین ہمارے معاشرہ کا نظام، ہماری زندگی کا ضابطہ اور ہمارے ملک کا قانون ہے۔ جو اس قرآن کریم سے وجود میں آتا ہے اور دین میں اقتدار اعلیٰ (sovererinty) خداوند عالم کی ذات کو حاصل ہے۔(۴)

---

۱)سورۂ توبہ، آیت ر۳۳

۲)سورۂ آل عمران، آیت ر۱۹

۳)محمد ہادی معرفت: التفسیر الاثری الجامع، ج ر۱ص ر۹۷

۴)غلام احمد پرویز: (لغات القرآن) ج ر۲، ص ر۶۸۲ ۔ ناشر طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور

اہل مسلک کی نظر

سب سے اہم اختلاف شیعہ سنی عقیدہ میں یہ ہے کہ امامت کی بحث اصول دین سے ہے یا فروع دین سے ہے، اس کے بعد امام کا نصب واجب ہے اور یہ نصب خدا کی ذات پر ہے یا لوگوں کے ذمہ ہے؟

منطق اور معتدل راستہ یہی ہے کہ

تعریف، تصور، چوں وچرا، انتقاد، استدلال اور اختلافات پر ایک مدلل مدعا پیش کیا جائے۔ جس کو سب قبول کر سکیں۔

علماء اہل سنت کی تعریف

سعد الدین تفتازانی کا کہنا ہے:

''علماء اہل سنت کے زیادہ تر ایسے نظریات ملتے ہیں کہ جس میں امام؛ امت پر حاکم ہوتا ہے اور اپنی حکومت کو حکومت نبوی سے ماخوذ اور مستند کرتا ہے، خواہ اس کی امامت بیعت یا قہر وغلبہ سے حاصل کی ہوئی ہو'' (۱)

ملا عبد الرزاق لاہیجی کا بیان ہے:

''امامت: کی تعریف ایسی جامع مفہوم کی حامل ہے جو ایسے مصادیق پر صحیح آئے جو اس امامت کی ان دلیلوں سے تمام شکل وصورت اور مفاہیم ومصادیق پر منطبق کرنے میں تناقض لازم نہ آئے۔'' (۲)

عبد الجبار ہمدانی معتزلی (م ۴۱۵) اپنی کتاب شرح الاصول الخمسہ میں بیان کیا ہے:

---

۱) شرح المقاصد: سعد الدین تفتازانی، ج ۵/ص ۲۳۷

۲) گوہر مراد: ملا عبد الرزاق لاہیجی، ص ۲۸۹

"اَلاِمَامُ اِسمٌ لِمَن لَهُ الوِلَايَةُ عَلَى الاُمَّةِ وَالتَّصَرُّفُ فِي اُمُورِهِم عَلَى وَجهٍ لَا يَكُونُ فَوقَ يَدِهِ يَدٌ"

امام اس کو کہتے ہیں، جس کو امت پر ولایت حاصل ہوتی ہے اور وہ ایسا صاحب اختیار شخص ہوتا ہے کہ جس کے اوپر کسی کو کوئی اختیار اور تصرف کا حق نہیں ہوتا ہے۔

ماوردی (۳۶۴:۴۵۰) اشعری جیسے عالم نے الاحکام السلطانیہ میں تحریر کیا ہے:

"اَلاِمَامَةُ رِيَاسَةٌ عَامَّةٌ فِي اَمرِ الدِّينِ وَالدُّنيَا خِلَافَةٌ عَنِ النَّبِي"

امامت: نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دینی اور دنیاوی ریاست اور جانشینی ہے۔

قاضی عضد الدین ایجی، اشعری (م ۷۵۶) اپنی مواقف فی علم الکلام میں لکھتے ہیں:

"خِلَافَةُ الرَّسُولِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ آلِهِ وَسَلَّم) فِي اِقَامَةِ الدِّينِ بِحَيثُ يَجِبُ اتِّبَاعُهُ عَلَى كَافَّةِ الاُمَّةِ"

امامت: اقامہ دین میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانشینی ہے، جس کی پیروی تمام امت پر واجب ہوتی ہے۔

سعد الدین تفتازانی اشعری (م ۷۹۳) نے اپنی شرح المقاصد میں رقمطراز ہیں:

"رِيَاسَةٌ عَامَّةٌ فِي اَمرِ الدِّينِ وَالدُّنيَا خِلَافَةٌ عَنِ النَّبِي" (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ آلِهِ وَسَلَّم)

دین اور دنیا کے امور میں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانشینی کی عام ریاست اور قیادت ہے۔

ابن خلدون (م ۸۰۸) سنی عالم نے تاریخی کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے:

"خِلَافَةٌ عَن صَاحِبِ الشَّرعِ فِي حِرَاسَةِ الدِّينِ وَسِيَاسَةِ الدُّنيَا"

دینی حراست اور دنیاوی سیاست میں صاحب شریعت کی خلافت ہوتی ہے۔

شیعہ نامور علماء میں چند علماء جیسے: علامہ شیخ مفید (م ۴۱۳) اپنے اوائل المقالات، ص ۷۴ پر لکھتے ہیں:

"اَنَّ الاَئِمَّةَ القَائِمِينَ مَقَامَ الاَنبِيَاءِ فِي تَنفِيذِ الاَحكَامِ وَاِقَامَةِ الحُدُودِ وَحِفظِ الشَّرَائِعِ وَ تَادِيبِ الاَنَامِ، مَعصُومُونَ كَعِصمَةِ الاَنبِيَاءِ"

امام اجرائے احکام، اقامۂ حدود، حفظ شریعت اور لوگوں کو تادیب (سزائے شرعی، حدود و قصاص) کرنے میں نبی کے قائم مقام ہوتا ہے، نبیوں کی عصمت کیطرح امام بھی معصوم ہوتا ہے۔

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ (م ۴۳۶) الحدود والحقائق میں تحریر کرتے ہیں:

"اَلاِمَامَۃُ رِیَاسَۃٌ عَامَۃٌ فِی الدِّینِ بِالاصَالَۃِ لَا بِالنِّیَابَۃِ عَمَّن ھُو فِی دَارِ التَّکلِیفِ"

امام درحقیقت دین میں ریاست عامہ کے درجہ پر مستقل اور مستمر طور سے فائز ہوتا ہے نہ کہ دار تکلیف میں صرف وقتی طور سے نیابت کے طور پر فائز ہوتا ہے امام صرف دنیاوی تکلیف میں وقتی طور پر نیابت کا مالک نہیں ہوتا ہے بلکہ دینی ریاست کے عہدہ پر حقیقت میں مستقل طور پر فائز ہوتا ہے۔

قرآن میں امامت کا بیان

(۱) قرآن میں لفظ امام پیشوا آگے ہونے کے معنی میں آیا ہے:

﴿قَالَ اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾(۱)

اللہ نے فرمایا: کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنا دوں گا۔

﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا﴾(۲)

ہم نے پرہیزگاروں کا پیشوا بنایا۔

(۲) نامہ اعمال کا بیان:

﴿یَوْمَ نَدْعُوا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ فَمَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ...﴾(۳)

جس دن ہم سارے لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے اور جن کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دے دیا گیا۔

(۳) لوح محفوظ کا بیان:

﴿کُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِی اِمَامٍ مُّبِیْنٍ﴾(۴)

ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں ضبط کر دیا ہے۔ (اس کتاب سے مراد لوح محفوظ)

---

۱) سورۂ بقرۃ، آیت/۱۲۴

۲) سورۂ فرقان، آیت/۷۴

۳) سورۂ اسرائیل، آیت/۷۱

۴) سورۂ یٰس، آیت/۱۲

(۴) توریہ کا بیان

﴿وَمِن قَبلِهِ كِتٰبُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَّرَحمَةً﴾ (۱)

اوراس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوااور رحمت تھی۔ (یعنی یہ ایک توریہ ہے)

(۵) راہ روشن

(معمولاً عرب کے نزدیک شخص امام کی اتباع اور پیروی کرنے کے ہیں، جب انسان سے بحث ہوتی ہے تو کردار و گفتار کی پیروی اور اگر کتاب کے حوالہ کی بات ہو تو آئین، قانون مراد ہوتا ہے۔ (۲)

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾

یہ ایسا انحصار ہے جو دوسروں کے لئے منع نہیں ہے اگر چہ یہاں انحصار حق کا انحصار ہے، دوسروں کیلئے امکان ہے کیونکہ مخلوق میں ہر طرح کا تصرف خالق کے ساتھ ہے مخلوق کا کسی طرح کا بھی تصرف مخلوق کے بارے میں نہیں ہے، مگر وہ موارد جو جعل، اختیار اور اذن پیغمبروں کے واسطہ سے بندوں کیلئے بیان ہوا ہے۔

ولایت کے حدود بندوں کیلئے بہت وسیع ہیں لیکن ہر ایک کا مقام و محل اس کی صلاحیت کے اعتبار سے ہے، فرشتوں کیلئے جدا، جانشینوں کیلئے جدا، نبیوں کیلئے جدا، معلموں کیلئے الگ، ماں باپ کیلئے جدا، عزیزوں، یتیموں، بندوں پر مالک کا اختیار جداگانہ، ولی فقیہ یا حاکم شرع اور اسی طرح جو کسی کے مال وغیرہ پر ولایت رکھتا ہے، اسکے مراتب اور حدود جدا ہیں۔ جو کچھ سفراء دین کے نگہبانوں کے واسطہ سے بیان ہوا ہے۔

چنانچہ اگر کوئی شخص بھی اپنے لئے خدا کیجانب سے کسی چھوٹے سے معاملہ میں جعل ولایت یا اختیار ولایت کا نفاذ کرنا چاہتا ہے یا جس مقدار میں ولایت رکھتا ہے، اس سے تجاوز کر جائے گا تو وہ غاصب شمار ہوگا، اگر چہ عالم کون و مکاں میں کسی کا بھی حق کیوں نہ ہو کیونکہ تمام خلائق اور کائنات عالم کی ولایتوں کا اصل مالک اور ولی خدائے متعال کی ذات گرامی ہے۔

---

۱) سورۂ احقاف، آیت/۱۲

۲) ابوالقاسم حسین راغب اصفہانی المفردات فی غریب القرآن ص ۲۴

شعاع ولایت

قرآن میں مختلف معنوں میں لفظ ولایت استعمال ہوا ہے۔ جس کا مجموعی طور پر ۱۳۶ مرتبہ قرآن میں لفظ ولی یا اس ولایت کے مادہ سے ذکر ہوا ہے، جس میں کچھ خاص معنی حسب ذیل ذکر ہیں۔

(۱) فرزند

﴿فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا﴾ (۱)

پروردگارا تو مجھے اپنی طرف سے وارث (فرزند) عطا فرما۔

﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ (۲)

کیا تم نہیں جانتے کہ آسمان وزمین کی حکومت صرف اللہ کے لئے ہے اوراس کے علاوہ نہ کوئی سرپرست ہے نہ مددگار۔

(۲) دوست

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا﴾ (۳)

اس کو اپنی بڑائی وکبریائی کیلئے کسی دوست کی ضرورت نہیں ہے۔

---

۱) سورہ مریم، آیت ۵

۲) سورۂ بقرہ، آیت ۱۰۷

۳) سورۂ بنی اسراء، آیت ۱۱۱

(۳) مالک اور مرشد

﴿وَمَن يُضلِل فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرشِدً﴾(۱)

جسے وہ گمراہ کردے اس کا کوئی کارساز اور رہنما ملنا ممکن نہیں ہے۔

(۴) ناصر

﴿وَمَآ اَنتُم بِمُعجِزِينَ فِى الاَرضِ وَلَافِى السَّمَآءِ وَمَا لَكُم مِن دُونِ اللّٰهِ مِن وَّلِيٍّ وَّلا نَصِيرٍ﴾(۲)

تم نہ تو زمین میں اللہ تعالیٰ کو عاجز کرسکتے ہو نہ آسمان میں، اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمہارا کوئی والی و مددگار نہیں ہے۔

(۵) پروردگار

﴿قُل اَغَيرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ﴾ (۳)

آپ کہئے کہ کیا وہ اللہ جو زمین و آسمان کا خلق کرنے والا ہے، اس کے علاوہ کسی اور کو پروردگار بنالیا ہے۔

(۶) کارساز

﴿أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ اَولِيَاءَ فَاللّٰهُ هُوَ الوَلِىُّ﴾(۴)

کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا کسی اور کو کارساز بنالیا ہے اور اللہ ہی کارساز ہے (کارساز یعنی رب ہے!)

(۷) ولی

---

۱) سورہ کہف، آیت/۱۷

۲) سورہ عنکبوت، آیت/۲۲

۳) سورہ انعام، آیت/۱۴

۴) سورہ شوریٰ، آیت/۹

﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللّٰہِ اَولِیَاءَ کَمَثَلِ العَنکَبُوتِ﴾(۱)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو ولی یا کارساز بنا لیتے ہیں ان کی مثال مکڑی جیسی ہے۔

(۸) نصیحت کرنے والا دوست

﴿لَا یَتَّخِذُوا المُؤمِنُونَ الکَافِرِینَ اَولِیَاءَ مِن دُونِ المُؤمِنِینَ﴾(۲)

مومنوں کو چاہئے کہ اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں۔

(۹) نصیحت کرنے والا

﴿یَا اَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الکَافِرِینَ اَولِیَاءَ مِن دُونِ المُؤمِنِینَ﴾(۳)

اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔

(۱۰) دوست کے معنی

اگر پیغمبر اسلام کو ولی بمعنی دوست بنانا منظور ہوتا تو غدیر جیسے کثیر ازدہام اور بڑے مجمع میں نہایت اہتمام و اکرام سے اعلان کی کیا ضرورت تھی؟

لہذا بات واضح ہے کہ حضور سرکار رسالت کو نہایت اہم مقصد کا اعلان کرنا تھا جو اپنے بعد کی ولایت اور سرپرستی کا مسئلہ تھا۔

---

۱) سورہ عنکبوت، آیت ۴۱

۲) سورہ آل عمران، آیت ۲۸

۳) سورہ نساء، آیت ۱۴۴

صحیفۂ آسمانی میں کس کا ذکر

روایت میں ہے کہ تمام آسمانی صحیفوں میں امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی ولایت کا ذکر ہے۔

"وَلَایَةُ عَلِیٍّ مَکْتُوبَةٌ فِی جَمِیعِ صُحُفِ الانبیاءِ، وَلَن یَبعَثَ اللّٰہُ نَبِیاً (رَسُولًا) اِلا بِنُبُوَّةِ مُحَمَّدٍ وَوَصِیَةِ عَلِیٍّ صَلواتُ اللّٰہِ عَلَیھِمَا"

محمد ابن فضیل نے امام رضا (علیہ السلام) سے نقل کیا ہے:

نبیوں رسولوں کے صحیفوں میں علی ابن ابیطالب کی ولایت کا ذکر مرقوم ہے، خداوند عالم نے ہرگز کسی پیغمبر کو مبعوث نہیں کیا مگر جب تک وہ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت اوران کے وصی علی مرتضیٰ صلوات اللہ علیہ کی وصایت کا اقرار نہ کرلے۔

حدیفہ ابن اسید الغفاری نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے ہیں:

"مَا تَکَامَلَتِ النُّبُوَّةُ لِنَبِیٍّ فِی الاَظِلَّةِ حَتّیٰ عُرِضَتْ عَلَیهِ وَلَایَتِی وَوَلَایَةُ أهْلِ بَیتِی، وَمُثِّلُوْا لَه فَاَقَرُّوا بِطَاعَتِهِمْ وَوَلَایَتِهِمْ"

عالم اظلہ (زر، عالم معنی میں) کسی نبی کی نبوت کامل نہیں ہوئی یہاں تک کہ میری اور میرے اہل بیت کی ولایت اس پر پیش کی گئی، ان کی تمثیل اس پیغمبر کے لئے مجسم کی گئی اوران کی اطاعت وولایت کوانھوں نے قبول فرمالیا۔

حمران ابن اعین نے امام باقر (علیہ السلام) سے نقل کیا ہے کہ امام اس آیت کریمہ کی تفسیر فرماتے ہیں:

ج۔ ﴿یَا أهْلَ الْکِتَابِ لَسْتُمْ عَلَی شَیْءٍ حَتَّی تُقِیمُوا التَّوْرَاةَ وَالاِنْجِیلَ وَمَا أُنْزِلَ اِلَیکُمْ مِنْ رَبِّکُمْ وَلَیَزِیْدَنَّ کَثِیراً مِنهُمْ مَا أُنْزِلَ اِلَیکَ مِنْ رَبِّکَ طُغْیَاناً

وَ کُفْرًا ﴾(۱)

قَالَ: هِیَ وَلَایَةُ اَمِیرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

اے اہل کتاب! تمہارا کوئی صحیح آئین نہیں ہوتا، مگر جب تک تم توراۃ وانجیل اور جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا اس کو اقامہ اور اس پر عمل کر کے اس کا نفاذ نہ کرلو لیکن جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا اس کے کفر وطغیان میں اضافہ ہوا ہے۔

فرمایا کہ (جو پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے، وہ) یہی امیر المومنین علی ابن ابیطالب (علیہ السلام) کی ولایت ہے۔

---

۱) سورۃ مائدۃ/۵، آیت/۶۸

تعریف میں یکسانیت

امامت کی مذکورہ تعریف متعدد اہل کلام کے نزدیک اور مختلف فرقوں میں تقریبا ایک ہی مفہوم ومعنی کی حامل ہے، کہیں کہیں مختصر فرق پایا گیا ہے۔جس کو ہم مختصر طور پر انشاء اللہ بیان کریں گے،تا کہ قارئین کیلئے بحث آسان ہو جائے۔

(الف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی

حضرات ائمہ علیہم السلام تبلیغ احکام میں حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جانشین، حدود شریعت کو اجرا کرنے والے، دین خدا کی حفاظت کرنے والے اور نفوس انسان کی تربیت کرنے والے ہی ہیں۔(۱)

امام وہ شخص ہوتا ہے جو پیغمبر کے بعد آنحضرت کی مسند پر بیٹھتا ہے۔

شیخ مفید، فخر المحققین، فاضل مقداد سیوری، ابن ابی جمہور احساتی، عبدالرازق لاہیجی..اسی مفہوم کو بیان کرتے ہیں اور معاصر کے علماء نے بھی اسی کی پیروی اور تصدیق کی ہے۔

اہل سنت میں ماوروی، سیف الدین آمدی، ابن خلدون، قاضی ایجی وتفتازانی نے مفہوم خلافت اور پیغمبر اکرم کی نیابت کو اپنی تعریف میں اخذ کیا ہے۔

(ب) ولایت اور سرپرستی

امامت کی تعریف اور حدود میں کہا گیا ہے کہ:

---

۱) شیخ مفید مصنفات الشیخ المفید، ج۴/،ص/۶۵

امام کا تمام لوگوں پر عام ریاست اور ولایت کا اختیار دیا گیا ہے۔

لیکن بعض جزئی نکات میں اختلاف کیا ہے۔

کچھ علماء نے امت کی ولایت اور ان کے امور میں سرپرستی کو عمومی طور سے بیان کئے ہیں۔

سید مرتضی علم الہدی اور بہت سے علماء نے امت کی دینی و دنیوی ولایت کا ذکر کیا ہے۔ اہل سنت علماء میں جیسے ماوردی، ابن خلدون اور تفتازانی وغیرہ نے بھی ذکر کیا ہے۔ اسی طرح شیخ طوسی، خواجہ طوسی، ابن میثم بحرانی، علامہ حلی، فخر الدین المحققین، احسائی، لاہیجی اور نوری طبرسی شیعہ علماء بھی قائل ہیں۔

(ج) واجب الاطاعۃ

علم کلام میں بہت سے علماء نے امامت کی تعریف میں واجب اور اطاعت کی قید ذکر کی ہے۔

امامت پیغمبر کی جانشینی اور امت کی سرپرستی ہے۔ اسطرح کہ امام کے حکم کی اطاعت پیغمبر کے حکم کی اطاعت کی حد میں واجب ہے۔

امام صرف ایک رہنما اور ہادی نہیں کہ امت ان کے لئے کوئی ذمہ داری نہ رکھتی ہو بلکہ امت بھی دین و دنیا کے امور میں اسکی اطاعت کرے۔

نبی اور امام میں یہ فرق ہے کہ نبوت کا فریضہ اگر چہ یہ تھا کہ جا کر لوگوں کی ہدایت و رہنمائی فرماتے رہیں لیکن امام کے لیے ضروری نہیں ہے بلکہ لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ امام کے پاس جائیں، امام کی اتباع کریں تا کہ امام ان کی رہنمائی اور دستگیری فرمائیں۔

حسب ذیل مطالب جو آیۃ اللہ جعفر سبحانی کے بیان اور جرائد سے استفادہ ہوا ہے۔ (افق حوزہ سال پنجم ش ۱۳۲،...)

''حدیث غدیر''

''مَن کُنتُ مَولَاہُ فَھٰذا عَلیٌّ مَولَاہُ''

مرسل اعظم حضرت خاتم کے بعد امامت اور خلافت پر استدلال کرتی ہے اور یہ استدلال اس صورت میں صحیح

ہے کہ مولیٰ بمعنی اولیٰ یا ولی ہو جبکہ محب اور ناصر بھی ہونے کا احتمال بتایا گیا ہے، اگر یہ معنی مراد لیتے ہیں تو گویا پیغمبر سفارش کرتے ہیں کہ میرے بھائی علی ابن ابیطالب کو دوست رکھیں اوران کی مدد کریں۔

بہترین دلیل اس لفظ پر یہ ہے کہ عربی زبان میں مولیٰ بمعنی اولیٰ آیا ہے؛ آیت ملاحظہ ہو:

﴿فَالیَومَ لا یُؤخَذُ مِنکُم فِدیَةٌ وَلا مِنَ الَّذِینَ کَفَرُوا مَاوَاکُمُ النَّارُ هِیَ مَولٰکُم وَ بِئسَ المَصِیرُ﴾ (۱)

آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ کفارے، تم سب کا ٹھکانا جہنم ہے وہی تم سب کا صاحب اختیار ہے اور تمہارا بدترین انجام ہے۔

مفسروں نے مولیٰ کا معنی اولیٰ کیا ہے کیونکہ جن لوگوں نے برے اعمال انجام دۓ ہیں، ان کے لیے سوائے آتش جہنم کوئی دوسری چیز سزاوار نہیں ہے۔

یعنی: اَولیٰ لَکُم لِمَا اَسلَفتُم مِنَ الذُّنُوبِ: یہ جملہ مفسروں نے ذکر کیا ہے۔

﴿یَدعُوا لَمَن ضَرُّهُ اَقرَبُ مِن نَفعِهِ لَبِئسَ المَولیٰ وَ لَبِئسَ العَشِیرُ﴾ (۲)

جو بت کو خدا کہتے ہے اس کا ضرر فائدہ سے زیادہ ہے یہ مشرکین سے متعلق ہے... اس آیت میں مولیٰ بمعنی اولیٰ ہے کیونکہ بت پرست لوگوں نے اصنام کو بعنوان ولی یاد کیا ہے۔

ان دو کے علاوہ اور بھی آیتیں ہیں جس کا مقصود مولیٰ سے اولیٰ یا ولی آیا ہے۔

اب باری آپہنچی ہے، دیکھا جائے کہ ''حدیث شریف غدیر'' میں مولا کے معنی سے مراد کیا ہیں۔

جو شواہد موجود ہیں علماء اور دانشوروں نے اس سے ولایت مطلقہ مراد لیا ہے، قرآن پیغمبر کی شخصیت کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿اَلنَّبِیُّ اَولیٰ بِالمُومِنِینَ مِن اَنفُسِهِم﴾ (۳)

---

۱) سورۂ حدید، آیت/۱۵

۲) سورۂ حج، آیت/۱۳

جب شخص نبی خود ایک انسان کی حیثیت سے دیگر سارے مومنین کی زندگیوں سے زیادہ سزاوار ہو تو ان سب کے اموال و جائداد سے بھی بہتر ہوگا، اس کا لازمہ یہ ہوا کہ وہ ولایت مطلقہ سے متصل ہے، منجملہ: جس میں امرو نہی کا مسئلہ بھی آتا ہے۔

یہ مقام و منصب خدا کی جانب سے رسول کو دیا گیا ہے لہذا اسی ولایت نے لوگوں کی جان و مال پر اختیار دیا ہے اور اس کو ہر امر و نہی میں صاحب اختیار بنایا ہے، اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی کوئی بھی مخالفت حکم خدا سے سرپیچی اور نافرمانی ہوگی۔

چنانچہ بطور یقین کہا جاسکتا ہے کہ اس حدیث میں مولی بمعنی اولی ہے۔ امیر المومنین اسی مقام پر فائز ہو گئے جس پر پیغمبر فائز تھے۔ اور یہ آیت شریفہ جیسا نص اس اولویت کا حامل ہے، اس ولایت کا لازمہ یہ ہوا کہ جو رسالت کو ولایت حاصل تھی وہی امامت کیلئے بھی ثابت ہے۔ رہ گیا چونکہ نبوت اور رسالت کا باب خاتم الانبیاء کے بعد بند ہو جاتا ہے، لہذا ولایت کے اس مقام و منصب کے حامل امام ہی ہو گئے۔ اور امام لوگوں کی جان و مال پر اولی بالتصرف ہیں۔ یہی وہ مقام جو اللہ کی جانب سے رسالت کے مانند امام کو عطا ہوتا ہے: امامت ہے۔

یہاں پر کچھ شواہد بیان کئے جارہے ہیں کہ جس سے پتہ چلتا ہے کہ حدیث میں مولی کے معنی اولی بالتصرف یا صاحب ولایت کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوسکتا ہے۔

غدیر کا تاریخی واقعہ جس کے پس منظر میں امام علی ابن ابیطالب (علیہ السلام) کی ولایت کا اعلان ہوا ہے۔ اس اعلان کے بعد حسان ابن ثابت جیسے شاعر نے رسول کریم سے اجازت لیکر مدح امام میں قصیدہ پڑھا تھا، جو امام امیر المومنین کی امامت اور خلافت و جانشینی اور ہادی ہونے پر دلالت کرتا ہے:

"فَقَالَ لَهُ: قُم يَا عَلِيُّ فَإنَّنِي"

"رَضِيتُکَ مِن بَعدِي إمَامًا وَ هَادِيًا"

اس بات سے روشن ہے کلام پیغمبر میں مولی سوائے امام و ہادی کے کسی اور معنی میں مستعمل نہ تھا۔

حسان درجہ اول کا شاعر تھا، دیگر شعراء نے بھی اسی معنی و مفہوم کو اپنے اپنے کلام میں نظم کئے ہیں، اور حسان اپنے وقت کا استاد الشعراء تھا۔

امیرالمومنین علیہ لسلام نے اپنے خط میں جو معاویہ کو لکھا حدیث غدیر کو یوں رقم بند کرتے ہیں:

"وَأوجَبَ وَلِیتَہ عَلَیکُم"

"رَسُولُ اللّٰہِ یَومَ غَدِیرِ خُم" (۱)

یہ شعر دوسرے بیت کے ضمیمہ کے ساتھ جسے ۱۱ شیعہ دانشمندوں اور ۲۶ سنی دانشمندوں نے نقل کیا ہے۔ پیغمبر خدا نے میری ولایت کو روز غدیر واجب کی ہے۔ کیا یہ اس مفہوم کو نہیں ادا کر رہا ہے کہ امامت و زعامت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔

"اَلَستُ اَولٰی بِکُم مِن اَنفُسِکُم"

یہ جان و مال سے اولیٰ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اس کے بعد یہ حدیث شریف کی تلاوت فرمائی:

"مَن کُنتُ مَولَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَولَاہُ"

ان دونوں کا تقارن اور متصل ہونا حضرت علی علیہ السلام کا مقام و منزلت بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرح ثابت کرتا ہے۔ سرکار رسالت کا سوال کرنا کہ کیا میں تمہارے نفسوں سے اولیٰ بہتر نہیں ہوں؟

"اَلَستُ اَولٰی بِکُم مِن اَنفُسِکُم"

نتیجہ: جس شخص کے جان و مال سے میں بہتر ہوں علی ابن ابیطالب بھی اس سے اولیٰ اور بہتر ہیں۔

علامہ امینی نے ۶۴ محدث و مورخ اسلامی نے ذکر کیا ہے، ج ۱/ص ۳۷۱ پر مراجعہ ہو۔

آغاز کلام میں لوگوں سے تین اقرار لیا:

"ألستُم تَشھَدُونَ أن لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، وَ أنَّ مُحَمَّدَ عَبدُہُ وَرَسُولُہ، وَأنَّ الجَنَّۃَ حَق وَالنَّارَ حَق"

اس اقرار کا مقصد کیا ہے؟ حضور نے چاہا کہ لوگوں کے اذہان آمادہ کر دیں تا کہ جب علی ابن ابیطالب کے لئے یہ سلسلہ ثابت ہو جائے تو لوگ اصول سہ گانہ (الوہیت، رسالت، امامت) کو بخوبی سمجھ لیں۔ اگر مقصد

---

۱) مرحوم علامہ امینی۔ الغدیر ج ۲/ص ۲۵۔۳۰

دوست وناصر ہوتو اس صورت میں کلام کی فصاحت وبلاغت اور کلام رسول کی معنویت ختم ہو جائے گی۔ اس وقت کے مسلمانوں میں علی ابن ابیطالب اس مقام ولایت کے سب سے زیادہ سزاوار تھے۔ جو اس وقت کے معاشرہ میں تربیت پائے تھے۔ دوستی کا معنی کیا لزوم رکھتا ہے، وہ بھی علی ابن ابیطالب جیسا انسان کامل جس نے سب سے اول ایمان کا اظہار فرمایا، لہذا یہ کوئی مخفی و پوشیدہ امر نہ تھا کہ پیغمبر اس کو مجمع عام میں اعلان کریں۔

دوسری گواہی: یہ دوستی یا مدد کا کوئی ایسا مسئلہ نہ تھا کہ اصول سہ گانہ میں بیان کیا جاتا۔

تیسری گواہی: پیغمبر ابتداء خطاب میں اپنی رحلت کی خبر دیتے ہیں، فرماتے ہیں:

"انی أوشک أن أدعی فاجیب" (۱)

اس سے ظاہر ہے پیغمبر اپنے بعد کے خلاء کو پر کرنے کی فکر میں تھے۔ یہ امامت وخلافت کی درست جانگزینی سے ہی ممکن تھا، نہ کہ دوستی اور مدد کرنے سے...

چوتھی گواہی: پیغمبر اسلام نے من کنت مولاہ.... کے بعد اسطرح بیان فرمائی ہے: "اَللّٰہُ اَکبر علی اکمالِ الدّین وَاتمامِ النّعمۃِ وَ رَضِی الرّبّ بِرسَالتی وَالوِلایۃِ لِعَلی مِن بَعدِی"

اگر پیغمبر کے کہنے کا مقصد صرف دوستی اور مدد ہوتا تو مسلمان کس طرح دوستی کا دم بھرتے، جس سے دین کامل ہوتا اور نعمت انتہا کو پہنچ جاتی؟

واضح طور سے فرماتے ہیں: خداوند عالم میری رسالت اور علی ابن ابیطالب کی ولایت سے راضی ہے۔

(۸) مرحوم علامہ امینی نے اس حدیث کے مدرک کو (ج ۱ ص ۴۳، ۱۶۵، ۲۳۱، ۲۳۲ سے ۲۳۵) پر بیان کیا ہے۔

اس سے بڑھ کر کیا گواہی ہو سکتی ہے کہ بے شمار رسول کے انصار ومددگار، آنحضرت کے منبر سے اترنے کے بعد سب نے تبریک عرض کی اور یہ تبریک وتہنیت کا سلسلہ نماز مغرب تک چلا۔

عمر پہلے فرد تھے کہ جنھوں نے تہنیت کہتے ہوئے کہا تھا:

---

۱) الغدیر ج اول ص ۲۶ سے ۳۶، ۴۷ اور ۱۷۶ تک

هَنِیئاً لَکَ یَاابنَ أَبِی طَالِب أصبحتَ وَ أمسَیتَ مَولای وَمَولی کُلَّ مُؤمِن وَمُؤمِنَة (۱)

وہ کتنا بلند مقام تھا جس کے لئے امام علی ابن ابیطالب ایسی تبریک وتہنیت کے سزاوار تھے؟

کیا مقام امامت اور ولایت کے علاوہ کوئی اور مرتبہ ہوسکتا ہے؟

کیونکہ ولایت وامامت کے علاوہ علی ابن ابیطالب کو بذاتہ کون سا مرتبہ نہیں ملا تھا؟

تمام سیاق وسباق اور قرائن سے واضح ہے کہ وہ الٰہی مقام ومنصب ولایت تھا اور اگر مقصد دوستی ہوتا تو یہ مسئلہ ایسا نہیں تھا جو سخت گرم ہوا میں چھیڑا جاتا اور لاکھوں کو جمع کر کے گرم صحرا، جلتے سنگریزوں، جھلستے ریگزاروں پر بٹھا کر رسول خدا خطبہ پڑھتے۔

﴿أنَمَا المُؤمِنُونَ أخوَة﴾ (۲)

قرآن نے بہت سے افراد کو مؤمن سے تعارف کرایا ہے۔ امام علی (علیہ السلام) بھی اسی ماحول سے تھے کیا ضرورت تھی کہ علی ابن ابیطالب کی دوستی اور مودت کے بارے میں یہاں کچھ کہا جاتا لہذا یہ سب تجاہل عارفانہ، متعصبانہ بہانہ ہے جو خواہ مخواہ ایراد واشکال نکالے جاتے ہیں۔

---

۱) الغدیر ج اول ص ۲۷۰، ۲۸۳

۲) سورہ حجرات، آیت ۱۰

باب (دوم)

شرائط امامت

اثبات امامت

اسناد اور عقل کی روشنی میں یعنی

امامت کا اللہ کی جانب سے تعین

امام کے فضائل اور مراتب

چند خصوصیت

امامت کا عہدہ

(۱) پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانشینی ہے

(۲) خداوند عالم کی جانب سے لوگوں کی قیادت

(۳) تاویل قرآن اور دین کا بیان

صدر اسلام سے پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانشینی دو طرح سے عام ہوئی ہے:

(اول) امامت

(دوم) خلافت

امامت کے شرائط

امامیہ کے نزدیک:

(۱) عصمت کی سند

(۲) نص قرآنی

(۳) علم خاص

(۴) استمرار کا ہونا (یعنی کوئی زمانہ امامت ورہبری سے خالی نہیں ہو سکتا ہے)

مذکورہ نکات مسلک امامیہ کے نزدیک ایک امام میں پایا جانا لازمی ہے۔ اگر چہ یہ شق بھی بحث میں شامل ہے

کہ امت کا بیعت کرنا ضروری ہے؟

یہ واقعہ عملی طور پر امیر المومنین علی ابن ابیطالب (علیہ السلام) کے دور میں پیش آ چکا ہے۔

اہل سنت کے نزدیک:

(۱) شورا کمیٹی کے ذریعہ

(۲) انتخاب کے ذریعہ

(۳) متعارف علوم کے ذریعہ

(۴) استمرار کا نہ ہونا (امامت ورہبری سے کوئی بھی زمانہ خالی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

اہل سنت کے نزدیک استمرار ضروری نہیں ہے۔ سماج میں رہبر کا ہونا نہ ہونا مساوی ہے۔

عصمت کی وضاحت

جس میں خطا کا احتمال نہ پایا جاتا ہو۔" قَد اَمِنَ مِنَ الخَطاءِ وَالزَّلَلِ "(۱)

"يَستَكمِلُ العَقلُ عَلى جَميعِ النَّاسِ "عصمت اللہ کی ایک قسم کی عنایت ہے جو بتدریج تمام بندوں کے شامل حال ہوتی ہے۔ یہ فطرت سے شروع ہوتی اور نبست پر ختم ہوتی ہے۔

(۱) فطرت

(۲) عقل

(۳) شریعت

(۴) عنایت

(۵) عصمت اعلا درجہ کی ہدایت ہے۔

﴿اَفَمَن یَهدِیٓ اِلَی الحَقِّ اَحَقّ... قَالَ رَبُّنَا الَّذِی اَعطٰی کُلَّ شَیءٍ خَلقَهٗ ثُمَّ هَدٰی﴾ (۲)

جواب دیا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر ایک کو اس کی خاص شکل وصورت عنایت فرمائی ہے پھر اس کو ہدایت کی راہ کے بارے میں بتایا ہے۔

دلائل عصمت

ابی عمیر نے ہشام ابن حکم سے احسن چیزوں کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کون سے صفات ہیں جن کے ذریعہ امام معصوم کو پہچانا جاتا ہے؟

امام علیہ السلام نے اس شخص کے بارے میں فرمایا ہے: گناہوں کے چار سبب ہوتے ہیں!

(۱) حرص (۲) حسد (۳) غضب (۴) شہوت

---

۱) کافی ج ر۱ ص ر۲۰۱، ج ر۱ ص ر۱۲

۲) سورۂ طہٰ، آیت ر۵۰

جو حق کی ہدایت کرے وہ رہبری کے سلسلے میں پیروی کے قابل ہے...یا وہ جو...خود ہدایت کی راہوں سے ناواقف...اور رہنمائی کے لیے دوسروں کا محتاج ہو۔

کیا یہ چیزیں کسی امام معصوم میں پائی جاتی ہیں؟ (ہرگز نہیں) اس کے بعد فرماتے ہیں:

جائز نہیں امام دنیا کا حریص ہو کیونکہ وہ بیت المال کا خازن ہوتا ہے، وہ حاسد نہیں ہوتا ہے، امور دنیا کے لیے غضب ناک نہیں ہوتا ہے...

"وَلَا یَجُوزُ اَن یَکُونَ حَرِیصاً عَلٰی هٰذَا الدُّنیَا لِاَنَّ هُوَ خَازِنَ الْمُسْلِمِینَ ، وَلَا یَکُونُ هُوَ حَسُودًا.. وَلَا یَکُونُ غَضَباً لِاُمُورِ الدُّنیَا..." (۱)

"النِّسیَانُ حَرِیفُ الْاِنسَانِ" نسیان، بھول یا عدم علم انسان کا حریف ہے۔ انسان کو دھیرے دھیرے فراموشی کی طرف لے جاتا ہے۔ اب انبیاء معلم خدا ہیں۔ اللہ انھیں انسانوں کی تعلیم اور تربیت کیلئے منتخب کرتا ہے چونکہ انسان کا صبر و تحمل کم ہوتا ہے اور کم تحمل کی وجہ سے کوئی خاص ذمہ داری نہیں لے سکتا۔ اس لئے شرح صدر کر کے علم الہام فرمایا ہے:

"فَلَم یَخرُج عَنِ الجَوَابِ فَهُوَ مَعصُومٌ" "معصوم وہ ہوتا ہے کہ جو کبھی بھی جواب دینے سے قاصر نہیں ہوتا ہے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَجَدَ قَلبَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ اَفضَلَ القُلُوبِ وَاَرواحه فَاختَارَ' (۲)

خداوند متعال نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قلب مبارک اور روح کو سب سے بہتر قلب پایا لہذا آنحضرت کو دوسروں پر مصطفیٰ قرار دیا ہے۔

---

۱) بحار الانوار، ج ۲۵، ص ۱۹۲، ۱۹۳

۲) بحار الانوار، ج ۱۸، ص ۲۰۵

صاحب عصمت

حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ کے بعد حضرات امیر المومنین، فاطمہ زہرا، حسن مجتبیٰ، حسین ابن علی اور آپ کی نسل کے آخری امام بقیۃ اللہ (عج) (علیہ السلام) میں سب کے سب معصوم ہیں۔ اس سے کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔ حضرت فاطمہ زہرا، امام حسن، امام حسین دونوں، امام علی علیہ السلام کے زمانہ میں شرائط کے باوجود امام نہ تھے کیونکہ حجت خدا نیز جانشین رسول اللہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب (علیہ السلام) موجود تھے، عصمت امامت کی ایک علامت ہے۔ یہ نشانی حضرات پنجتن پاک (علیہم السلام) اور خاص طور سے امام حسین (علیہ السلام) کی اولاد سے دوسرے باقی نو اماموں سے مخصوص ہے۔

صاحب فضیلت

اس کا بیان یہ ہے کہ افضل اس کو کہتے ہیں جن میں گوشہ فضیلت زیادہ ہوں۔ گوشہ فضل یعنی جو مستحق مدح و ستائش ہو خواہ عقلاء عالم کی اصطلاح میں ہو یا خالق عقل خداوند عالم کی ذات گرامی ہو۔

فضیلت دو قسم کی ہے، جمیں ایک:

(۱) ذاتی کمال اور

(۲) اعتباری یا خارجی کمال

ذاتی کی بھی دو قسم ہے۔

(الف) انسان کا نفسیاتی اور معقولاتی کمال

(ب) دوسرے جسمانی یا ظاہری کمال

(۲) اعتباری کمال،

اعتباری کمال کی بھی دو قسم ہے۔

(الف) نسبی کمال

(ب) سببی کمال

نسبی کمال ہر حال میں استوار اور اٹوٹ سلسلہ ہے لیکن سببی کمال کا سلسلہ وقتی اور ٹوٹنے والا ہوتا ہے۔
یہ سارے کمالات آنحضرت میں ساری امت سے بدرجہ اتم پائے جاتے تھے ایک امام (علیہ السلام) کے اندر بھی سارے فضائل جمع ہوتے تھے۔ جس کو دوست ودشمن سب نے اقرار کیا ہے۔ کوئی بھی اس کا منکر نہیں ہے۔ علماء اہل سنت بھی معترف ہیں، علاوہ بر ایں احادیث واخبار متواتر اور اہل سنت کی کتب صحاح میں نمونے موجود ہیں۔ رہ گیا سب سے اہم آپ کی امامت پر قرآنی آیات جو صراحت کیساتھ دلالت کرتی ہیں۔

معجزہ

آنحضرت نے امامت کا دعویٰ کیا، معجزہ دکھایا، لہذا احق امامت اور اس کا دعویٰ صادق ہوگا۔ معجزہ تمام عالم پر ظاہر ہوا مخالف وموافق سب نے تواتر سے بیان کیا اور مختلف کتب میں ذکر ہوا ہے۔ منجملہ:
''فصول مہمہ'' شیخ نور الدین علی ابن محمد ابن صباغ مالکی، ''تاریخ شیخ کمال الدین شافعی''، تاریخ ابن جوزی ''شرح نہج البلاغہ'' ابن ابی الحدید وغیرہ۔

اجماع

اجماع کا بیان ہے، جو امت پر ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت کے بعد امامت علی (علیہ السلام) اور اولاد علی علیہ السلام میں آئی یہی حضرات ان مذکورہ بالا صفات کے حامل ہیں، یا آنحضرت کے بزرگوار چچا عباس اور ان کے فرزند یا ابوبکر و عمر اس کے بعد عثمان میں۔ ان تین مذہب کے علاوہ کوئی چوتھا فریق نہیں ہو سکتا ہے۔
رہ گیا خلافت غیر علی واولاد علی (علیہ السلام) کے علاوہ باطل ہے لہذا خلافت علی علیہ السلام صحیح ہے۔ ورنہ اجماع کا باطل ہونا لازم آتا ہے (کیونکہ ان کے علاوہ کسی دوسرے میں امامت وخلافت کا کوئی خاص طریقہ کار نہیں رہا ہے، جبکہ خدائی طریقہ کار کے مطابق تمام نبیوں سے ایک ہی طریقہ وصایت کے ذریعہ پہلے کا نبی یا امام اپنے مابعد کا تعارف اپنے جانشین اور وصی کے طور پر کر دیتا تھا۔
﴿وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا﴾ (۱)

---

۱) سورہ احزاب، آیت ۶۲

اور تم اللہ کے دستور میں ہرگز ردوبدل نہ پاؤ گا۔

اہل سنت امامت میں عصمت کو شرط نہیں مانتے اگرچہ جزئی طور پر ماننے سے گریز نہیں کر سکتے۔وجہ یہ ہے نبوت کی بحث میں جس طرح نبی کو معصوم نہ مانیں تو پورا اسلام خطرہ میں پڑ جاتا ہے کیونکہ نبی کی ہر بات پر اعتماد کیا جو احکام بتایا بغیر چوں و چرا تسلیم کر لیا، یہاں تک خدا کی وحدانیت، رسول کی رسالت سب کو نبی اکرم کے کہنے سے ہی مانا ہے۔خاص طور سے ایسے فرقوں میں جہاں اجتہاد کو بھی تسلیم نہیں کرتے، انھوں نے بغیر دلیل، تحقیق اور چھان بین کے نبی کے کہنے سے ہر بنیادی امر کو تسلیم کر لیا ہے!!

امامت کے مسئلہ میں جیسا کہ ان کے علماء نے شرائط وصفات میں بیان فرمایا ہے کہ شخص امام حافظ شریعت ہوتا ہے۔ایجی کے بقول:

امام؛رسول کا جانشین، حدود کا اقامہ کرنے والا، دین و شریعت کا محافظ ہوتا ہے، اس کی پیروی تمام امت پر واجب ہے۔(۱)

اسطرح کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کا حفظ شریعت اور رہنمائی میں بہت اہم کردار ہوتا ہے۔اب اگر شخص امام جھوٹ ،فریب کاری مکر و دغابازی اور اشتباہ دین میں اپنی رائے شامل کرے گا تو کون انسان ہے جو اس پر اعتماد و یقین کرے گا۔

---

۱)ایجی، عبدالرحمان، شرح المواقف، ج ۸/ص ۳۴۵/

نبیوں کی عصمت پر دلیل

(۱) عصمت

(الف) ﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَى قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ﴾(۱)

وہ تو ہماری حجت تھی جسے ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی ہم جس کو چاہتے ہیں ان کے درجوں کو بلند کردیتے ہیں بیشک ہمارا رب بڑا حکمت وعلم والا ہے۔

﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾(۲)

ہم نے ان کو اسحاق و یعقوب دیا اور ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی، نوح کو پہلے ہدایت کی اور ان کی اولاد سے داؤد، سلیمان، ایوب، ویوسف، موسیٰ، ہارون اور اسی طرح ہم احسان کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔

﴿وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾(۸۵)

﴿وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ﴾(۸۶)

﴿وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾(۸۷)

﴿ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا

---

۱) سورہ انعام، آیت ۸۳

۲) سورہ انعام، آیت ۸۴

یعملون﴿ (۸۸)

﴾اُولٰئک الذین آتینا هم الکتاب والحکم والنبوۃ فان یکفر بها هؤلاء فقد وکلنا بها قوما لیسو بها بکفرین﴿ (۸۹)

﴾اُولٰئک الذین هدی اللّٰه فبهدهم اقتده قل لا اسئلکم علیه اجرا ان هو الا ذکری للعالمین﴿ (۱)

ان ساری آیتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ انبیاء ہدایت خاصہ سے مخصوص ہیں۔ حجت خدا ہیں۔ انھیں کتاب، حکم اور نبوت عطا کیا گیا ہے۔ اس طرح کی آیتوں میں ۱۸/ انبیاء کے اسمائے گرامی ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اگر یہ حضرات شرک کا ارتکاب کرتے تو انکے سارے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔

اس کی برعکس آیت بھی ملاحظہ فرمائیں:

﴾الیس اللّٰه بکاف عبده و یخوفونک بالذین من دونه و من یضلل اللّٰه فماله من هاد﴿ (۲)

کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں ہے؟ وہ لوگ آپ کو اللہ کے علاوہ دوسروں سے ڈرا رہے ہیں اور جسے اللہ گمراہ کر دے اس کی رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

﴾ومن یهدی اللّٰه فماله من مضل الیس اللّٰه بعزیز ذی انتقام﴿ (۳)

جس کی اللہ ہدایت کرے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، کیا اللہ تعالیٰ غالب اور بدلہ لینے والا نہیں ہے؟

اب اگر قانون و برہان سے ثابت کرنا چاہیں، تو ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل منطق

---

۱) سورۂ انعام، آیت/۹۰

۲) سورۂ زمر، آیت/۳۶

۳) سورۂ زمر، آیت/۳۷

سارے نبی اور امام علی سے امام مہدی ہدایت یافتہ ہیں۔ (صغریٰ)

اللہ کی جانب سے ہدایت یافتہ کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا ہے۔ (کبریٰ)

لہذا نبیوں اور اماموں کو کوئی بھی گمراہ نہیں کر سکتا ہے۔ (نتیجہ)

ہدایت کی بحث اپنی جگہ مسلم ہے، جو مختصر بحث ہوئی۔ اب گمراہی کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے۔

گمراہی کی بھی دو قسم کی ہے:

(۱) داخلی گمراہی: جیسے شک، وسوسہ، وہم وغیرہ... اب وسوسہ انسانی ہو یا وہم نفسانی۔

انسانی وسوسہ جو دشمن انسانیت ہے وہ گمراہی مختلف تہذیب و فرہنگ اور ارتباط وسائل سے پھیلا رہے ہیں۔ وہ لوگ انسانیت کی عظمت اور شرافت کے دشمن ہیں، وہ افراد اہل شرف و کرم اور اہل فضل کو جانوروں کے مانند عریاں اور بد تہذیب بنا دینا چاہتے ہیں۔ انھیں انسانیت کی بلندیوں کا علم نہیں ہے۔

(۲) بیرونی گمراہی: اس میں شیطان مختلف وسائل سے گمراہ کرتا ہے۔

اب جس کا ہادی اللہ ہوگا، تو کس طرح اس کا بندہ گمراہی میں پڑ سکتا ہے؟

اور جبکہ وہ اللہ کا خاص بندہ ہو، اس کا مطلب کہ امام خطا و گناہ سے محفوظ ہوگا اور جب ایسا ہوگا پھر وہ گمراہی میں نہیں پڑ سکتا ہے۔

﴿الم اعهد اليكم يا بنى آدم ان لا تعبدوا الشيطان انه لكم عدو مبين﴾ (۱)

اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے عہد و اقرار نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا کیونکہ وہ تو تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

نتیجہ: حضرات ائمہ منصوص من اللہ معصوم ہوتے ہیں۔ ان حضرات کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا ہے۔

﴿قال فبعزتك لاغوينهم اجمعين ۔ الا عبادك منهم المخلصين﴾ (۲)

---

۱) سورۂ یاسین، آیت ۶۰

۲) سورۂ ص، آیت ۸۳

کہنے لگا کہ تیری عزت کی قسم میں ان سب کو یقینا بہکا دوں گا سوائے تیرے ان بندوں کے جو مخلص اور انتخاب شدہ ہیں۔

شیطان کس چیز سے بہکائے گا، ظاہر ہے دنیا اور اسکی پست چیزوں سے لوگوں کو بہکائے اور اغوا کرے گا لیکن انبیاء اور ائمہ نے اس دنیا اور اس کی مادی چیزوں سے دل ہی نہیں لگایا ہے چونکہ وہ سب مادی چیزوں سے بہت بلند و بالا ہیں۔ اللہ تعالی نے ان حضرات کو پاکیزگی کی سند عطا کی ہے۔

آیۂ تطہیر: ﴿اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذھِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ اَھلَ البَیتِ وَ یُطَھِّرَکُم تَطھِیرًا﴾

اللہ تعالی نے انھیں مخلَص بنایا ہے۔ مخلِص خداوند عالم کی ذات ہے اور مخلَص انبیاء اور ائمہ علیہم السلام ہیں۔

اعتراض: بعض اعتراض کرسکتے ہیں کہ کیا انبیاء سے گناہ وعصیان نہیں ہوا ہے؟

جواب: جسطرح نبیوں کے درجات میں فرق ہے، اسی طرح عصمت کے بھی درجات ہیں۔

﴿تِلکَ الرُّسُلُ فَضَّلنَا بَعضَھُم عَلٰی بَعضٍ مِنھُم مَّن کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعضَھُم دَرَجٰتٍ﴾(۱)

ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے خدا نے کلام کیا اور بعض کے درجات بلند کئے۔

جب کوئی نبی کسی بلند درجہ اور الٰہی منصب پر فائز ہوتا ہے تو اسکی ذمہ داری بھی اسی اعتبار سے کم اور زیادہ ہوتی ہے لیکن اگر وہ اپنے مرتبہ سے نیچے اتر کر کوئی کام کرتا ہے تو اس کا وہی عمل، عصیان یا ترک اولی کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر مسجد کے امام جماعت کا ننگے سر بازار میں ٹہلنا۔ یا ایک فقیہ، مرجع تقلید کا عام راستہ میں چلتے ہوئے کچھ کھانا وغیرہ۔

عدالت؛

جس طرح ایک فقیہ، عالم یا قاضی کے قول وفعل میں عدالت کی شرط ہوتی ہے، اسی طرح امام کا بھی قداست وطہارت کا حامل ہونا ضروری ہے جو عدالت سے بھی بالاتر شئ ہے یعنی شخص معصوم کوئی انحراف کجی نہیں

---

۱) سورہ بقرۃ، آیت/۲۵۳

کرسکتا ہے۔ جھوٹ نہیں بول سکتا ہے۔ معاشرہ میں شخص عادل کی عدالت ایک اہم، نازک اور حساس صفت ہے جس کی حفاظت لازمی امر ہے۔ اور یہ تو ایک کھلی ہوئی کتاب ہے کہ اگر شخص میں عدل وانصاف جیسی صفت نہیں پائی گئی تو پورے معاشرے میں بے اعتمادی کا بازار گرم اور بحرانی صورت حال پیدا ہو جائے گی۔

اگر چہ جھوٹ بھی دو طرح کا ہے:

(۱) کذب مخبری (جو معصیت ہے): چونکہ شخص اپنی آگہی واعتقاد کے برخلاف خبر دیتا ہے لیکن؛

(۲) کذب خبری (معصیت نہیں ہے): کیونکہ ایک شخص نے اپنی ساری معلومات کی بنا پر یہ بیان کیا ہے رہ گیا خطا ہو گئی ہے، مثال کے طور پر بخاری سے روایت نقل کیا ہے، یہاں نقل صحیح ہے، ولو وہ روایت بذات خود نادرست ہو، اگر ہم سے خلاف واقع ہو گیا ہو، یہاں پر عصمۃ اللہ یہ ہے کہ خدا حفاظت کرتا ہے، یہ قداست ہے اس قداست کو خلفاء غاصبین نہیں سمجھتے تھے، اس مقام قداست کو ہمارے سید وسردار رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب خاص سلمان فارسی، مقداد، ابوذر غفاری، بہتر سمجھتے تھے۔

پیغمبر اور شخص معصوم سہو وخطا نہیں کرتا ہے۔ عصمت جو خاص الخاص عنایت پروردگار ہے۔

﴿یٰا اَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اِن تَتقُوا اللّٰہَ یَجعَل لَکُم فُرقَانًا وَّ یُکَفِّرْ عَنکُم سَیِّاٰتِکُم وَ یَغفِر لَکُم وَاللّٰہُ ذُو الفَضلِ العَظِیمِ﴾(۱)

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو فاروق قرار دینے والا بنائے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کردے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

"مَن اَخلَصَ لِلّٰہِ اَربَعِینَ لَیلاً فَجَعَلَ اللّٰہُ یَنَابِیعَ الحِکمَۃِ مِنَ القَلبِ اِلَی اللِّسَانِ"(۲)

جو چالیس رات اللہ تعالیٰ کیلئے مخلص بن جائے تو اللہ تعالیٰ علم وحکمت کا چشمہ اس کے دل ودماغ سے جاری کردیتا ہے۔

---

۱) سورۂ انفال، آیت ۲۹
۲) عیون اخبار الرضا، ج۲، ص۶۹

محدث قمی منتہی الاعمال میں سلمان سے متعلق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حدیث نقل کرتے ہیں:

"سَلْمَان بَحرٌ لا ینزِف وَ کَنزٌ لا ینفذ سلمان مِنا أهلَ البیت یَمنح الحِکمة وَ یُؤتِی البُرهَان."

سلمان خشک نہ ہونے والا دریا، ختم نہ ہونے والا خزانہ ہے، سلمان ہم اہل بیت رسول اللہ سے ہے، جو حکمت عطا کرتا اور حجت ودلیل سے بات کرتا ہے۔(۱)

امام کی عصمت پر عقلی دلیل

مذہب امامیہ میں بلند ترین فقہاء کو بھی اجتہاد اور استنباط میں جب کوئی خطا ہو جائے تو اس کو مخطیء کہتے ہیں یعنی ایک بلند ترین درجہ کے فقیہ سے بھی خطا کا احتمال ہوتا ہے۔ اگر چہ وہ اپنی کمی کو درس و بحث، مطالعہ و تحقیق اور سوالوں کے ذریعہ پورا کر لیتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہر زمانہ میں ایک ولی فقیہ، حاکم شرع کے نام سے اعلیٰ درجہ کا مجتہد ہوتا ہے، جو بطور خاص مسائل کا جواب دہ اور اسلام اور اہل اسلام کی مصلحتوں کے پیش نظر حکم دیتا ہے اور دیگر فقہاء کے لئے بھی حجت ہوتا ہے۔

اور مجتہدین کا استفتاء دینے میں یہ گنجائش ہوتی ہے کہ جو مفتی اپنا نظریہ یا فتویٰ دیتا ہے اور اگر فتویٰ دینے کے بعد کشف خلاف ہو گیا، یعنی مسئلہ حقیقت کے برعکس ہو گیا ہے، یا دوسرے علماء نے بتایا، اور مکاتبات یا علمی گفتگو کے نتیجہ میں اس مجتہد نے علم اور دلیل کی بناء پر اپنا نظریہ بدل دیا لیکن امام معصوم کے لئے کسی طرح کی کوئی کمی ممکن نہیں ہوتی ہے کیونکہ اس میں اگر ایسی کمی لازم آجائے تو پورے نظام میں خلل ایجاد کر دے گا؟

لہذا یہاں پر عقل اور منطق کا فیصلہ ہے کہ انبیاء کی طرح اماموں کو بھی معصوم ہونے کی ضرورت ہے۔

ہشام ابن حکم کا کلام عصمت

محمد ابن بابویہ صدوق نے خصال کے چوتھے باب میں ابن ابی عمیر سے نقل کیا ہے۔ ہشام ابن حکم کے اس

---

۱)(علامہ محمد باقر مجلسی: بحارالانوار، ج ۲۲ ص ۳۴۸/ ح ۶۴/ علی ربانی خلخالی: چہرہ درخشان (قمر بنی ہاشم ابوالفضل العباس علیہ السلام) ج ۲ ص ۴۴/ شیخ عباس قمی: منتہی الامال

کلام سے بہتر امام کی عصمت کے بارے میں کوئی کلام نہیں سنا ہے۔

میں نے سوال کیا: کیا امام معصوم ہوتا ہے؟ کہا: ہاں۔

پوچھا: عصمت کی صفت کیا ہے اور کس صفت سے پہچانی جاتی ہے۔

کہا تمام گناہ چار سبب سے ہوتے ہیں، پانچویں کوئی وجہ نہیں ہے۔ وہ ہیں حرص، حسد، غضب اور شہوت۔ امام کو ان سب سے دور رکھا گیا ہے۔ اس دنیا پر حریص نہیں ہو سکتا ہے، جیسا کہ وہ مسلمانوں کا خازن امانت کی نگہداشت کرنے والا ہوتا ہے۔ حسد بھی جائز نہیں ہے کیونکہ انسان اسوقت حسد کرتا ہے جب اس سے بلند و بالا اور مافوق کوئی ہوتا ہے۔ غضب بھی دنیا کے لئے جائز نہیں کیونکہ اس کا غضب فقط اللہ کے لئے ہوتا ہے۔

یہ دلیل: مقام عصمت کے اہل میں بدرجہ اتم جاری ہوتی ہے۔ چونکہ

امام شریعت اور بقائے دین کی حجت ہوتا ہے۔ عقلی طور پر ان سے سہو، نسیان.. کے امکان کی نفی کی گئی ہے کیونکہ جب کسی حکم خدا کو اجرا کرتا ہوگا تو امکان خطاو نسیان اور غلطی ...ہونے سے کوئی مطمئن نہیں ہوگا۔ پھر کیسے ہوسکتا ہے وہ حافظ شریعت ہو معصوم نہ ہو۔ اس صورت میں بات اصل مقصد کے منافی ہو جائے گی۔

﴿قَالَ اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِن ذُرِّیَّتِی قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظَّالِمِینَ﴾ (۱)

جب اللہ نے ابراہیم کو کئی مرتبہ آزمالیا اور سب امتحان تمام کرلیا تو اللہ نے فرمایا:

میں تم کو لوگوں کا امام بناؤں گا، عرض کرنے لگے اور میری اولاد کا کیا ہوگا؟ فرمایا:

کہ میرا یہ عہدہ ظالم کیلئے نہیں ہے یعنی میرا عہدہ کسی ظالم شخص کو نہیں مل سکتا ہے۔

دیکھا گیا کہ اللہ نے ابراہیم کی اس آرزو کو پورا کیا اور نبوت و کتاب کا سلسلہ اولاد ابراہیم میں مسلسل باقی رکھا پھر بھی فرمانا کہ میرا عہدہ ظالم کو نہیں مل سکتا ہے، اس سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ ابراہیم جیسے عظیم المرتبت کے علاوہ کسی ناخلف، ظالم اور مشرک کو یہ خدائی عہدہ نہیں مل سکتا ہے بلکہ خلیفہ ایسا ہو جس

---

۱) سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۴

سے اللہ تعالیٰ کے صفات وکمال متجلی ہوں، جن کے اطوار و عادات خدائی صفات میں رچ بس گئی ہو وہ خدائی عہدہ کا مستحق ہوسکتا ہے۔

(۲) ﴿أَفَمَن يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَن يُتَّبَعَ أَمَّن لَّا يَهِدِّي إِلَّا أَن يُهْدَى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ﴾ (۱)

آیا جو شخص حق کا راستہ بتاتا ہو وہ زیادہ اتباع اور پیروی کے سزاوار ہے یا وہ شخص جس کو بغیر بتائے خود ہی راستہ نہ ملے؟ پس تم کو کیا ہوگیا ہے اور تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟

مذکورہ آیت سے واضح ہے کہ یہاں ایک ہدایت خاص منظور ہے، جو خدا کی جانب سے ہدایت ایک خاص انسان کو ملتی ہے۔ وہ اہل دنیا کی ہدایت کا محتاج نہیں ہوتا کہ لوگ اس کی ہدایت اور رہنمائی کریں بلکہ لوگ اسکی ہدایت کے محتاج ہیں بنابریں ہمیں چاہیے کہ ہدایت کا درست مصداق تلاش کریں۔

(۳) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (۲)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور اس کی جو تم میں صاحب امر ہے پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسول (صلی اللہ علیہ آلہ وسلم) کی طرف پلٹاؤ اگر تمھیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے تو یہی تمہارے لیے بہتر ہے اور بہترین تاویل بھی ہوگی۔

شناخت مصداق اور بیان عصمت میں یہی آیت کافی ہے کہ جس وقت اختلاف ہوگا تو کوئی صلاحیت والا ہو کہ اس کی طرف مسئلہ کے حل کیلئے پلٹایا جائے گا، اسکی طرف رجوع کیا جائے جو گناہوں سے محفوظ ہوگا ورنہ خطا کار جس میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہے وہ کیسے صحیح فیصلہ کرسکتا ہے؟

---

۱) سورۂ یونس، آیت/۳۵

۲) سورۂ نساء، آیت/۵۹

(۳) ﴿اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذهِبَ عَنكُمُ الرِّجسَ اَهلَ البَيتِ وَ يُطَهِّرَكُم تَطهِيرًا﴾ (۱)

طہارت ہر لحاظ سے پاک ہونا منظور ہے اور اہل بیت (علیہم السلام) میں طہارت کا بیان حصر کے ساتھ بھی ہے، یعنی اہل بیت ایسے پاک و منزہ ہیں کہ فاسق و فاجر اور کافر نے بھی ان حضرات کی طہارت سے انکار نہیں کیا ہے بلکہ سب نے کہا ہے کہ پیغمبر اسلام کے اہل بیت کی شان میں آیت طہارت نازل ہوئی ہے۔

عہدۂ خلافت

﴿لَا يَنَالُ عَهدِی الظّٰلِمِينَ﴾ (۲)

ظالمین میں عمومیت پائی جاتی ہے، لہذا مطلق عاصی، فاسق و فاجر، ظالم و سرکش، اور اصول کے خلاف کام کرنے والا ظالم ہے۔ اوامر و نواہی ہماری مصلحت کے لئے ہے، اس کی مخالفت خود ہمارے نفس کے خلاف ہوگی جو کہ ظلم ہے جیسے کسی سے گناہ سرزد ہو، خطاب ہوگا، لا ینال عہدی الظالمین۔ یہ لا، لائے تحدید ہے ہرگز امامت کے عہدے تک نہیں پہنچے گا۔ گناہ کا ایک دائرہ اور ایک حد معین ہے، گناہ کے مرتکب ہونے والے نے شریعت و حدود کی حرمت کو پامال کر دیا اور برائی و بد اخلاقی کو عام کیا ہے۔

---

۱) سورۂ احزاب، آیت ۳۳

۲) سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۴

امامت کاتعین

امامت نبوت کی جانشینی کا نام ہے۔نبوت سے جن مقاصد کی محافظت ہوتی ہے۔امامت بھی ان تمام مقاصد کی محافظ ہوتی ہے،سوائے اس کے کہ زمانہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مانند وحی نہیں نازل ہوتی ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ یَامُرُكُم اَن تودّوا الامَانَاتِ اِلٰی اَهلِهَا..﴾

قرآن کی دوآیت میں امانت،امامت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

زرارہ نے امام باقر (علیہ السلام) سے اس آیت کے بارے میں پوچھا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ یَامُرُكُم اَن تودّوا الامَانَاتِ اِلٰی اَهلِهَاوَاِذا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ﴾ قَالَ: فِيْنَا اُنْزِلَتْ،﴿وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ﴾

خداوند عالم تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت کو اس کے اہل تک پہنچاؤ،اور جس وقت لوگوں میں فیصلہ کرو،حق کا فیصلہ کرو!خداوند عالم تمہیں بہترین موعظہ کرتا ہے۔

زرارہ کہتے ہیں کہ پوچھنے پر امام (علیہ السلام) نے بتایا کہ:

یہ ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ہم اللہ سے مدد واستعانت چاہتے ہیں۔(۱)

اب بحث یہ آتی ہے کہ امامت کا مقام ومنصب خدا کی جانب سے بیان کردہ ہونا چاہئے!!

اگر بندوں کا بیان کردہ ہو پھر سوال پیدا ہوگا کیا مزاج شریعت کو بندہ سمجھتا ہے یا حافظان شریعت؟ جواب اس کے علاہ کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نمائندہ ہی بہتر سمجھ سکتا ہے اگر حکومت کا مسئلہ مفہوم امامت کا

---

۱) سورۂ نساء، آیت/۸۵۔بحار ۲۳/۲۷۵/ح ۴۔بصائر الدرجات/ج،دوم ص/۱۴۷

ہی اصل مفہوم ہوتا تو کیسے ممکن تھا کہ ایک طرف اصول مذہب کے نفاذ کا مسئلہ ہو اور دوسری جانب لوگوں کی رائے سے مشروعیت (جواز مسائل دینی) قرار پائے یعنی خدا کی جانب سے ہو اور پھر لوگوں کی رائے پر منحصر اور معلق ہو جائے اسطرح کیا ممکن ہے کہ توحید، نبوت اور معاد کے مسئلہ میں لوگوں کی رائے پر انحصار یا تکیہ کیا جاتا، نہیں بلکہ صرف اور صرف اللہ کی مرضی پر ہے۔

جب بندہ نہیں سمجھ سکتا جیسا کہ مصادیق میں فرقوں کے خود اختلاف گواہ ہیں کہ خدا کی معین کردہ امامت کے کمال و شرائط کو معیار نہیں بنایا گیا ہے کیونکہ مصداق خلافت پر اتفاق ہوتا ہے۔

بارہ اماموں میں سے صرف دو امام کو دیکھا گیا ہے جنھوں نے سماج کی قیادت رسمی طور پر سنبھالی ہے جبکہ دیگر اماموں کے مقام و مرتبہ میں کوئی کمی نہ ہونے کے باوجود اور ان شرائط کے محقق نہ ہونے سے چاہنے والوں میں کوئی شک و ابہام بھی نہیں واقع ہوا ہے۔

کیا الوہیت، رسالت اور امامت کی تعطیل ممکن ہے؟

اس حقیقت کا پتہ اس وقت چلتا ہے کہ جب مسلمانوں کی سیاسی و اجتماعی قیادت دیگر امامت کے شرائط کے اعتبار سے بہت کم اہمیت کی حامل ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

بس امام اور سیاسی حاکم کے مقام و مرتبہ میں اختلافات ثابت ہیں، یہ بات خود اسکا ثبوت ہے کہ تعین امام خدائی نص ہے اور خدا ہی اصل میں حاکم ہوتا ہے۔

امام علی (علیہ السلام) کا خلافت کے لئے لوگوں سے بیعت لینا اس دعویٰ کی حقانیت پر دلیل ہے کہ سیاسی حاکم اور جو مسلمانوں کی اصطلاح میں خلیفہ ہوتا ہے وہ لوگوں کی رائے سے جواز حاصل کر کے مشروعیت پاتا ہے اگر حکومت کا مسئلہ امامت کیلئے اصل مفہوم رکھتا ہوتا تو یہ کیسے ممکن ہوتا؟

حکومت اگر اصل امامت کو قوام اور دوام دینے والی ہوتی اور امامت اصول دین سے نہ ہوتی تو کیا ممکن تھا کہ اصل قوام یعنی اصول دین کو سماج کی مصلحت کے تحت ۲۵ رسال معطل کیا جا سکتا تھا، کیا توحید کی ۲۵ رسال مسلمانوں کی مصلحت کیلئے تعطیل کی جا سکتی ہے؟

پھر تو ایسی صورت میں خارج میں کوئی مصداق یا مثال مسلمان کا باقی ہی نہیں رہ سکتا تھا اور عالم امکان میں

یعملون﴾(۸۸)

﴿اُولٰئک الذین آتیناھم الکتاب والحکم والنبوۃ فان یکفر بھا ھؤلاء فقد وکلنا بھا قوما لیسو بھا بکٰفرین﴾(۸۹)

﴿اُولٰئک الذین ھدی اللّٰہ فبھدٰھم اقتدہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا ان ھو الا ذکرٰی للعالمین﴾(۱)

ان ساری آیتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ انبیاء ہدایت خاصہ سے مخصوص ہیں۔ حجت خدا ہیں۔ انھیں کتاب، حکم اور نبوت عطا کیا گیا ہے۔ اس طرح کی آیتوں میں ۱۸؍انبیاء کے اسمائے گرامی ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اگر یہ حضرات شرک کا ارتکاب کرتے تو انکے سارے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔

اس کی برعکس آیت بھی ملاحظہ فرمائیں:

﴿ الیس اللّٰہ بکاف عبدہ و یخوفونک بالذین من دونہ و من یضلل اللّٰہ فمالہ من ھاد﴾(۲)

کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں ہے؟ وہ لوگ آپ کو اللہ کے علاوہ دوسروں سے ڈرا رہے ہیں اور جسے اللہ گمراہ کر دے اس کی رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

﴿ومن یھد اللّٰہ فمالہ من مضل الیس اللّٰہ بعزیز ذی انتقام﴾(۳)

جس کی اللہ ہدایت کرے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، کیا اللہ تعالیٰ غالب اور بدلہ لینے والا نہیں ہے؟

اب اگر قانون و برہان سے ثابت کرنا چاہیں، تو ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل منطق

---

۱) سورۂ انعام، آیت؍۹۰

۲) سورۂ زمر، آیت؍۳۶

۳) سورۂ زمر، آیت؍۳۷

سارے نبی اور امام علی سے امام مہدی ہدایت یافتہ ہیں۔ (صغریٰ)

اللہ کی جانب سے ہدایت یافتہ کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا ہے۔ (کبریٰ)

لہذا: نبیوں اور اماموں کو کوئی بھی گمراہ نہیں کرسکتا ہے۔ (نتیجہ)

ہدایت کی بحث اپنی جگہ مسلم ہے، جو مختصر بحث ہوئی۔اب گمراہی کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے۔

گمراہی کی بھی دو قسم کی ہے:

(۱) داخلی گمراہی: جیسے شک، وسوسہ، وہم وغیرہ...اب وسوسہ انسانی ہو یا وہم نفسانی۔

انسانی وسوسہ جو دشمن انسانیت ہے وہ گمراہی مختلف تہذیب وفرہنگ اور ارتباط وسائل سے پھیلا رہے ہیں۔ وہ لوگ انسانیت کی عظمت اور شرافت کے دشمن ہیں، وہ افراد اہل شرف وکرم اور اہل فضل کو جانوروں کے مانند عریاں اور بد تہذیب بنا دینا چاہتے ہیں۔انھیں انسانیت کی بلندیوں کا علم نہیں ہے۔

(۲) بیرونی گمراہی: اس میں شیطان مختلف وسائل سے گمراہ کرتا ہے۔

اب جس کا ہادی اللہ ہوگا، تو کس طرح اس کا بندہ گمراہی میں پڑسکتا ہے؟

اور جبکہ وہ اللہ کا خاص بندہ ہو، اس کا مطلب کہ امام خطا وگناہ سے محفوظ ہوگا اور جب ایسا ہوگا پھر وہ گمراہی میں نہیں پڑسکتا ہے۔

﴿الم اَعهَد اِلَیکُم یَا بَنِیْ آدَمَ اَن لَّا تَعبُدُوا الشَّیطَانَ اِنَّهُ لَکُم عَدُوٌّ مُّبِینٌ﴾ (۱)

اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے عہد واقرار نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا کیونکہ وہ تو تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

نتیجہ: حضرات ائمہ: منصوص من اللہ معصوم ہوتے ہیں۔ان حضرات کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا ہے۔

﴿قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغوِیَنَّهُم اَجمَعِینَ ،اِلَّا عِبَادَکَ مِنهُمُ المُخلَصِینَ﴾ (۲)

---

۱) سورۂ یاسین، آیت/۶۰

۲) سورہ ص، آیت/۸۳

کہنے لگا کہ تیری عزت کی قسم میں ان سب کو یقیناً بہکا دوں گا سوائے تیرے ان بندوں کے جو مخلص اور انتخاب شدہ ہیں۔

شیطان کس چیز سے بہکائے گا، ظاہر ہے دنیا اور اسکی پست چیزوں سے لوگوں کو بہکائے اور اغوا کرے گا لیکن انبیاء اور ائمہ نے اس دنیا اور اس کی مادی چیزوں سے دل ہی نہیں لگایا ہے چونکہ وہ سب مادی چیزوں سے بہت بلند و بالا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو پاکیزگی کی سند عطا کی ہے۔

آیہ تطہیر: ﴿اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذھِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ اَھلَ البَیتِ وَ یُطَھِّرَکُم تَطھِیرًا﴾

اللہ تعالیٰ نے انھیں مخلَص بنایا ہے۔ مخلِص خداوند عالم کی ذات ہے اور مخلَص انبیاء اور ائمہ علیہم السلام ہیں۔

اعتراض: بعض اعتراض کر سکتے ہیں کہ کیا انبیاء سے گناہ و عصیان نہیں ہوا ہے؟

جواب: جسطرح نبیوں کے درجات میں فرق ہے، اسی طرح عصمت کے بھی درجات ہیں۔

﴿تِلکَ الرُّسُلُ فَضَّلنَابَعضَھُم عَلٰی بَعضٍ مِنھُم مَّن کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعضَھُم دَرَجٰتٍ﴾(۱)

ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے خدا نے کلام کیا اور بعض کے درجات بلند کئے۔

جب کوئی نبی کسی بلند درجہ اور الٰہی منصب پر فائز ہوتا ہے تو اسکی ذمہ داری بھی اسی اعتبار سے کم اور زیادہ ہوتی ہے لیکن اگر وہ اپنے مرتبہ سے نیچے اتر کر کوئی کام کرتا ہے تو اس کا وہی عمل، عصیان یا ترک اولیٰ کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر مسجد کے امام جماعت کا ننگے سر بازار میں ٹہلنا۔ یا ایک فقیہ، مرجع تقلید کا عام راستہ میں چلتے ہوئے کچھ کھانا وغیرہ۔

عدالت؛

جس طرح ایک فقیہ، عالم یا قاضی کے قول و فعل میں عدالت کی شرط ہوتی ہے، اسی طرح امام کا بھی قداست و طہارت کا حامل ہونا ضروری ہے جو عدالت سے بھی بالاتر شیٔ ہے یعنی شخص معصوم کوئی انحراف کجی نہیں

---

۱) سورہ بقرۃ، آیت/۲۵۳

کرسکتا ہے۔ جھوٹ نہیں بول سکتا ہے۔ معاشرہ میں شخص عادل کی عدالت ایک اہم، نازک اور حساس صفت ہے جس کی حفاظت لازمی امر ہے۔ اور یہ تو ایک کھلی ہوئی کتاب ہے کہ اگر شخص میں عدل و انصاف جیسی صفت نہیں پائی گئی تو پورے معاشرے میں بے اعتمادی کا بازار گرم اور بحرانی صورت حال پیدا ہو جائے گی۔

اگر چہ جھوٹ بھی دو طرح کا ہے:

(۱) کذب مخبری (جو معصیت ہے): چونکہ شخص اپنی آگہی و اعتقاد کے برخلاف خبر دیتا ہے لیکن؛

(۲) کذب خبری (معصیت نہیں ہے): کیونکہ ایک شخص نے اپنی ساری معلومات کی بنا پر یہ بیان کیا ہے رہ گیا خطا ہوگئی ہے، مثال کے طور پر بخاری سے روایت نقل کیا ہے، یہاں نقل صحیح ہے، ولو وہ روایت بذات خود نادرست ہو۔ اگر ہم سے خلاف واقع ہو گیا ہو، یہاں پر عصمۃ اللہ یہ ہے کہ خدا حفاظت کرتا ہے، یہ قداست ہے اس قداست کو خلفاء غاصبین نہیں سمجھتے تھے، اس مقام قداست کو ہمارے سید و سردار رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب خاص سلمان فارسی، مقداد، ابوذر غفاری، بہتر سمجھتے تھے۔

پیغمبر اور شخص معصوم سہو اخطا نہیں کرتا ہے۔ عصمت جو خاص الخاص عنایت پروردگار ہے۔

﴿یَا اَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اِن تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجعَل لَّکُم فُرقَانًا وَّ یُکَفِّر عَنکُم سَیِّاٰتِکُم وَ یَغفِر لَکُم وَاللّٰهُ ذُو الفَضلِ العَظِیمِ﴾(۱)

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو فاروق قرار دینے والا بنائے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

"مَن اَخلَصَ لِلّٰهِ اَربَعِینَ لَیلاً فَجَعَلَ اللّٰهُ یَنَابِیعُ الحِکمَةِ مِنَ القَلبِ اِلَی اللِّسَانِ"(۲)

جو چالیس رات اللہ تعالیٰ کیلئے مخلص بن جائے تو اللہ تعالیٰ علم و حکمت کا چشمہ اس کے دل و دماغ سے جاری کر دیتا ہے۔

---

۱) سفینۃ البحار ج ۱، ص ۲۰۸

۲) سورہ انفال، آیت ۲۹

(۳) امامت کی شرطوں میں ایک شرط عصمت ہے یعنی امام کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ عصمت جو ایک باطنی اور خفی امر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو اس کا علم نہیں ہوتا ہے۔ جس طرح ایمان کے معیار کا علم خود صاحب ایمان سے بہتر خداوند عالم کو ہوتا ہے۔ بندہ کو خدا سے اپنے ایمان کے بارے میں اظہار واصرار کا حق نہیں ہوتا ہے۔ البتہ اس کے ظاہری آثار سے ایمان کی طرح عصمت کا بھی اندازہ ایک انسان مومن اور کامل مشاہدہ کرسکتا ہے۔

مسلمانوں کے درمیان امامت کا مسئلہ سب سے اہم اور سب سے اختلافی رہا ہے۔

عقلی اور تحقیقی بحث تبصرہ

محمد شہرستانی اشعری متوفی ۵۴۸ھ نے ملل ونحل کے اوائل میں لکھا ہے:

سب سے اہم اور پہلا مسئلہ ابلیس لعنت اللہ علیہ کا آدم کی خلقت کے بارے میں شبہہ کرنا تھا، جس کی ابتدا نص کے مقابل اپنی رائے کی پیروی کرنا تھا۔ آتش کی فضیلت خاک پر اور اس پر فخر ومباہات اور تکبر کرنا ہے، جس سے آدم کی خلقت ہوئی ہے۔

اسی طرح رسول اکرم کے حالت مرض میں پہلا اختلاف واقع ہوا تھا، جس کی محمد ابن اسماعیل البخاری نے عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے۔ وہ یہ کہ جب نبی کریم کا مرض شدید ہوا، جس مرض میں وفات ہوئی تھی، فرمایا:

أئتونیِ بِدَوَاۃٍ وَقِرْطَاسٍ أکتُبُ لَکُم کِتَاباً لاتُضِلّوا بَعدِیْ فَقَالَ عُمَرْ: أنّ رَسُولَ اللّٰہ قَد غَلَبَہُ الوَجعُ، حَسْبُنَا کِتَابَ اللّٰہِ ...عمر نے کہا رسول پر درد والم اور وجع کا غلبہ ہے۔

(عمر نے کہا) ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔ اس بات پر نبی کریم نے فرمایا:

یہاں سے ہٹ جاؤ میرے پاس یہ اختلاف مناسب نہیں ہے۔(۱)

---

۱) سلونی قبل ان تفقدونی، ص ر ۳۶۷

شیعہ سنی نظریات میں فرق

شیعہ سنی کے نزدیک پیغمبر اسلام کا تین مقام مسلم ہے

(اول) رسول پر وحی کا نازل ہونا،

(دوم) آنحضرت کو وحی کا بیان کرنا،

(سوم) لوگوں کے دنیوی امور کی ریاست اور اسلامی معاشرہ کا ادارہ کرنا،

جس کے ضمن میں حکومت کا تشکیل دینا بھی شامل ہے۔

وفات حضرت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا؟ لیکن اقسام وحی بمعنی الہام اور حدیث کا سلسلہ باقی رہا۔

لہذا! سوال ہوگا کہ وفات رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد کون ذمہ دار ہوگا جو ان خصوصیات کا حامل ہوگا اور محافظ ہو۔

شیعہ حضرات: کا جواب یہ ہے کہ ایسا شخص، خدا کی طرف سے معین ہوگا۔

اہل سنت حضرات اس جواب کے منکر ہیں یعنی خدا کی جانب سے نہیں بلکہ انتخاب کے ذریعہ ہوگا۔

شیعہ سنی نظریات میں اختلاف

(۱) شیعہ: امامت کا مسئلہ ایک کلامی مسئلہ ہے اور سنی نظریات کے مطابق امامت فقہی اور فرعی مسئلہ ہے۔

(۲) شیعہ: امامت کا نصب کرنا خدا کی ذات اور سنی نظریات میں امت کے ذمہ ہے۔

(۳) شیعہ: امام کا عادل ہونا ضروری ہے، سنی اعتقاد میں ظالم بھی امام بن سکتا ہے۔

(۴) شیعہ: امام لوگوں میں سب سے بڑا عالم ہوتا ہے، سنی قضاوت کے مسائل حل کرنے کا علم کافی ہے۔

(۵) شیعہ: امام گناہوں سے محفوظ اور معصوم ہوتا ہے، سنی گنہگار شخص بھی امام ہو سکتا ہے۔

پیغمبر کی جانشینی دو عہدہ کے لئے ہے؟

دراصل مصداق امامت کا معین کرنا شخص پیغمبر کے ذمہ نہیں ہوتا ہے کیونکہ بنیادی طور پر مسئلہ امامت میں اختلاف اس موضوع کی طرف نہیں پلٹنا چاہئے کہ پیغمبر نے اپنا جانشین معین کیا ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ یہ کام پیغمبر سے بھی مربوط نہیں بلکہ خداوند عالم کی ذات سے مربوط ہوتا ہے۔

امامیہ مکتب فکر میں جو مقصد پیغمبروں کی بعثت کا ہے وہی اماموں کے تعین اور نصب کا ہے اور انھیں اسباب کی بناء پر یہ ضرورت لازم آتی ہے کہ خدا کسی نبی یا رسول کو بھیجے وہی احتیاج ایجاب کرتی ہے کہ امام پیغمبر کے بعد اس رسالت کا ذمہ دار ہو اور خدا کی طرف سے منصوب اور منصوص ہو۔ (۱)

جس طرح پیغمبر خدا کی جانب سے مبعوث ہوتا ہے اور لوگ اس کے انتخاب میں کوئی دخل نہیں رکھتے، امام بھی پیغمبر کا جانشین ہوتا ہے۔ خدا کی طرف سے منصوب ہوتا ہے کیونکہ امام فقط اخلاقی فضائل و کمالات میں لوگوں کی سطح سے بالا اور برتر نہیں ہوتا بلکہ عصمت و طہارت اور وسیع علم کا مالک ہوتا ہے اور یہ سب باتیں انسانی حیطۂ فکر سے خارج ہے۔

شیعہ ثقافت میں وہ شخص جو ان خصوصیات کا حامل ہوگا، امام کہا جائے گا۔ شیعہ مذہب میں امام کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ اگر چہ اہل سنت بھی امامت قبول کرتے ہیں لیکن امام دین اور دنیا کے امور میں سردار ہوتا ہے جس میں سنی نظریہ جداگانہ ہے اور یہ شیعہ مکتب فکر کے امام سے بہت فرق ہے۔

شیعہ ثقافت میں ایسا شخص جو پیغمبر کے مقام کو بیان کرتا ہے، اسکا کلام وحی کے بیان میں حجت اور امام واجب الاطاعت ہے اس طرح سے لوگوں کے اجتماعی کاموں میں خواہ نظامی ہو، سیاسی ہو، اقتصادی ہو، قضائیہ ہو... اس (امام) کا حکم قابل اطاعت ہے۔ (۲)

---

۱) کشف المراد: علامہ حلی، ص/۳۶۳، توضیح المراد: سید ہاشم حسینی تہرانی، تعلیقہ بر شرح تجرید، ص/۶۷۷

۲) راہنما شناسی: محمد تقی مصباح یزدی، ص/۴۰۸، ص/۴۱۰

شیخ الطائفہ کے نظریات کا خلاصہ

نبی خدا کی طرف سے بغیر واسطہ پیغام پہنچانے والا ہے۔ جو نبی سے ہی مخصوص ہوتا ہے غیر نبی سے نہیں۔

ائمہ اور راویان حدیث بھی خداوند متعال کیطرف سے بغیر انسانی واسطہ پیغام کے پہنچانے والے ہیں لیکن لفظ امام سے دو معنی قابل استفادہ ہے۔

اول: امام کا قول وفعل اور تقریر حجت ہے۔ یہ لغوی معنی کے مناسب بھی ہے۔

دوسرے: امام وہ ہے کہ امت کی تدبیر اور اسکی سیاست کیلئے قیام کرتا ہے اور حدود و قصاص عدالت الٰہی کا اجرا کرتا ہے۔

پہلے معنی کے مطابق، امام اور نبی میں فرق نہیں ہے کیونکہ نبی بھی وہ شخص ہے کہ جسکے کردار ورفتار کی اقتدا کی جاتی ہے۔

لیکن دوسرے معنی کے مطابق تدبیر اور سیاست کیلئے قیام اور معاشرہ کو ادارہ کرنا اور حکومت کو سنبھالنا ہر نبی پر ضروری نہیں ہے اور محال بھی نہیں ہے کہ قیام نہ کرے مگر یہ کہ جب مصلحت اقتضا کرے۔ حالات سازگار ہوں ،ایسا نہیں ہے کہ حالات کو سازگار اور اس کے موافق بنانا بھی ضروری ہوتا ہے۔

خداوند عالم کسی پیغمبر کو صرف ایسے امور کیلئے بھیجے جو لوگوں کی فلاح و بہبودی اور ان کے الطاف و مصالح کیلئے ہو جسکا ابلاغ عقلی طور پر واجب ہو۔

جو لوگ معتقد ہیں کہ ایسا امر نبی کے لیے ہے کہ امور سیاست اور سماج کیلئے کوئی تدبیر انجام دے، اسپر واجب ہے، کیا ایسا درست ہے اور اس کے مدعا پر کوئی دلیل ہے؟

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ (۱)

---

۱) سورہ بقرہ آیت ۲۴۷

ان لوگوں سے نبی کریم نے فرمایا:

اللہ تعالٰی نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا دیا ہے تو کہنے لگے بھلا اس کی ہم پر حکومت کیسے ہو سکتی ہے؟ بادشاہت کے سزاوار ان سے زیادہ ہم ہیں۔ ان کے یہاں تو وافر مقدار میں مال و دولت بھی نہیں ہے۔

اللہ کے نبی نے فرمایا:

سنو! اللہ تعالٰی نے اسی کو تم پر برگزیدہ کیا ہے اور اسے علمی اور جسمانی برتری بھی عطا فرمائی ہے، بات یہ ہے کہ اللہ جسے چاہے اپنا ملک دے، اللہ تعالٰی کشادگی والا اور علم والا ہے۔

آیت کا مفاد بھی ہمارے مدعا کا استنباط ہے۔

عہدۂ نبوت سے تشکیل حکومت میں تنہا چند خاص انبیاء جیسے جناب داؤد علیہ السلام، جناب سلیمان علیہ السلام اور پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔ اس بنیاد پر امامت میں دوسرے معنی کا لازمہ بالکل اسی طرح کے معنی میں نہیں ہے چند دیگر انبیاء درجات کے اعتبار سے نبوت اور امامت میں برابر ہیں۔ (۱)

شیخ مفید: اس نظریہ کو جمہور شیعہ کا نظریہ جانتے ہیں۔ مقدس اردبیلی (م/۹۹۳) رسول اور امام کے درمیان مسئلہ وحی کے علاوہ زیادہ کوئی فرق کے قائل نہیں ہیں۔ شخص امام: خلق پر لوگوں کے واسطہ سے خدا کی جانب سے حاکم ہوتا ہے، پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے ہوتا ہے مگر آنحضرت خدا کی جانب سے بغیر واسطہ ہوتے ہیں انسان نقل کرتا ہے اور امام آدمی کے واسطہ سے جو کہ پیغمبر ہیں... جو فائدہ بھی رسول و نبی کے وجود پر مرتب ہے، ولی اور نائب پر وہی فائدہ مرتب ہے۔ (۲)

خاص طور سے امامت کے حوالے سے شیعہ سنی کا اس بات پر اجماع ہوا ہے کہ امامت امور مسلمین میں دینی و دنیاوی تصرف ہے لیکن تمام تعریف کے اجراء کا لحاظ ہونا چاہئے۔ امام بشر کے واسطہ سے ہو اور نبی جو کہ بغیر بشری واسطہ کے ہے، جدا ہوگا۔ اگر اصل لحاظ امامت میں محفوظ ہو، یعنی امور مسلمین میں تعریف اور دین و دنیا کی

---

۱) الرسائل العشر: شیخ طوسی، ص ر۱۱۱، ص ر۱۱۲، یہ معنی ولایت ہے

۲) حدیقۃ الشیعہ: احمد ابن محمد مقدس اردبیلی، ص ر۳

ولایت پہلی نظر کے مطابق ہو تو ہر نبی امام بھی ہے۔ اور دوسری نظر کے مطابق کچھ انبیاء امام ہیں۔
جب کہ روشن ہو چکا اور شیخ مفید نے اسکا اشارہ کیا ہے۔ یہ بحث خاص نظریہ پر مبنی ہے۔ انبیاء کی دعوت میں وسعت ہے۔(۱)

مقام امامت، خلافت اور نیابت سے وسیع معنی کی حامل ہے۔ چنانچہ

"امامت کیلئے خلافت ظاہری پر فائز ہونا ضروری نہیں ہے"

امامت کبری وخلافت عظمیٰ امام علی (علیہ السلام)

امیر المومنین علی ابن ابیطالب (علیہ السلام) کی پچیس سالہ خاموشی کی زندگی ملاحظہ فرمایئے!!
ایسے وقت میں قرآن کی جمع آوری فرمائی اور مقدس آسمانی کتاب کو دربار خلافت میں تسلیم کروا کے قیامت تک کسی بھی ردو بدل اور تحریف واختلاف سے محفوظ کردیا جو دوسری آسمانی کتابوں جیسے توریت، زبور، انجیل میں پیش آچکا ہے، قرآن آج بھی اسی شکل ومتن اور عبارت کے ساتھ باقی ہے۔ یہ اسلام کا بنیادی ترین کام تھا جو امام نے ظاہری خلافت سے دور رہکر انجام دیا تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رحلت کے بعد اپنے حریف حاکم کی مدد کرتے رہے، درانحالیکہ امام کا ظاہری کوئی مقام ومنصب نہیں تھا، لیکن امامت کی پوری ذمہ داریوں کو انجام دے رہے تھے۔

---

۱) امامت: آستان قدس رضوی، ص ۶۰۱

امامیہ، معتزلہ اور اشاعرہ کا عقیدۂ امامت

(کچھ سوالوں کے جواب)

یہ بحث مقام امامت کے بارے میں کچھ سوالات کے ضمن میں ذکر ہوئی ہے جس کا جواب بھی ان مذکورہ مفاہیم پر مشتمل ہے، ملاحظہ فرمائیں:

(۱) سوال:

کیا امامت اصول دین سے ہے، جسکا مقام عالم قدسی و کرسی نیز عرش اور عام امامت سے بالاتر ہے یا ایک جزئی مقام ہے جس کا استحصال ہر کسی کے لئے ممکن ہے؟

(جواب) جیسا کہ ذکر ہوا ہے کہ بعض نبی اور دیگر اہل منصب کو بھی امام کہا گیا ہے، درانحالیکہ اصل مقام امامت ان سب موارد سے کہیں بالاتر ہے۔ قرآن میں امام کا مرتبہ اللہ، رسول کے بعد بلا فاصلہ بیان ہوا ہے دین کی بنیادی بحث میں بھی توحید اور نبوت کے ساتھ ذکر ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ہر وہ مقام اور مرتبہ امامت عظمیٰ کے لئے ثابت ہے جو مرسل اعظم محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے ثابت اور نافذ ہے مگر نص نبوت نہیں ہے۔

(۲) سوال:

اگر امامت کو انتخاب کے ذریعہ حاصل کیا جاسکتا ہے تو کیا اس کے لئے کوئی صحیح معیار وملاک بھی ہے؟

(جواب) پہلی بات کہ اس مقدس منصب میں نص (سند قرآن وحدیث) کا لحاظ رکھا گیا ہے، کیونکہ اگر بندوں کے ذمہ ہوتا تو عام انسانوں میں کہاں شعور کہ جو امامت جیسا بلند ومعتبر اور معنوی مقام کا کمال وادراک حاصل کرتا اور پھر اس منصب امامت کے بارے میں اس کا صحیح مصداق معین کرپاتا، جیسا کہ امامت

کے حدود صفات الٰہی سے متصف ہے امام صفات الٰہی کے مظہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اماموں کی برکت سے عالم کون ومکاں کی ابتداء فرمائی ہے اور انھیں حضرات پر خاتمہ بالخیر ممکن ہوگا۔

(۳) سوال:

کیا فلسفہ بعثت میں نبوت اور امامت کے معین کرنے کی ذمہ داری خداوند عالم پر ہے؟ اور یہ دونوں عہدے ایک جیسے ہیں۔

(جواب) بعثت رسول کی حکمتوں کو دیکھتے ہوئے کوئی نہیں کہہ سکتا ہے کہ ان آسمانی پیغامات میں استمرار نہیں ہے، کیونکہ اللہ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شخصیت کو بھیج کر عالم انسانیت پر منت، احسان اور کرم کیا ہے۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ آیَاتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَ الْحِکْمَۃَ ..﴾(۱)

تو کیا یہ منت اور احسان چند روزہ تھا اور کیا یہ وقتی ہو سکتا ہے، اس کے بعد سب کچھ ختم ہوگیا؟ اگر ایسا تھا تو کیا رسول کے بعد سلسلہ منت واحسان اور اس کی حکمتوں کو اٹھا لیا گیا، یا مسلسل بشریت کے تعلیم وتعلم اور ارتقائی کمال کو باقی رکھنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ اگر انتظام کیا گیا ہے اور جیسا کہ علم وحکمت کا تقاضا بھی یہی تھا تو ماننا پڑے گا کہ انھیں مقاصد کو باقی رکھنے کیلئے نبی جیسے انسان کامل کی ضرورت تھی، جس کو خداوند عالم بہتر جانتا تھا ﴿اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ﴾ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں جاگزیں فرمائے۔ لہذا ہمیشہ یہ ذمہ داری اسی مالک پر ہوتی ہے کہ وہ خود اس کا انتظام کرے۔

(۴) سوال:

امامت کا وظیفہ سماجی رفاہ وراحت کا مہیا کرنا، امن وامان بحال کرنا اور سماج کی سیاسی قیادت ہے یا ہدایت و معنویت اور اسکی تربیت کرکے راہ حق کی ہدایت کی ذمہ داری ہے؟

---

۱) آل عمران، آیت ۱۶۴

(جواب) امام کا وظیفہ نظام اسلام جو قرآن کی آیات کی شکل میں قوانین مکتوب ہیں، اس کا نفاذ کرنا ہے۔ جس میں لوگوں کو رفاہ و راحت امنیت اور اخلاقیات کا بحال کرنا ہے، لوگوں میں علمی شعور اور اس کی ارتقائی راہوں کو ہموار کرنا ہے، سماج کی قیادت میں بھی یہی حکمت مضمر ہے۔ اور ظاہری بات ہے کہ ہدایت و رہبری اور معنویت کی تربیت کرنا بھی امام کے وظائف میں آتا ہے۔

(۵) سوال:

کیا امامت اسلام اور دین کو تکمیل کرنے والی ہے یا دین کے کمال کو امام کی ضرورت نہیں ہے؟

(جواب) اللہ تعالی نے اکمال اور اتمام نعمت کو امامت میں ہی منحصر کیا ہے۔ بغیر امام کی اطاعت اور محبت کے انسان کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا ہے۔

(۶) سوال:

امام کی اطاعت رسول اللہ کی مانند ہے؟

(جواب) اسی کتاب میں ذکر ہے کہ رسول اللہ کی اطاعت، امام کی اطاعت ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہے جس نے امام کی اطاعت کی اس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اور جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی گویا خداوند عالم کی اطاعت کی ہے۔

(۷) سوال:

کیا توحید، نظام امامت میں متجلی ہوتی ہے؟

(جواب) بیشک امامت توحیدی نظام میں متجلی ہوتی ہے۔

(۸) سوال:

کیا امام مقام عصمت پر فائز اور خطاء و اشتباہ سے پاک و منزہ ہوتا ہے؟

(جواب) جی ہاں! امام ہی خدائی صفات و کمالات کے مظہر ہوتے ہیں اور اس کا لازمہ یہ ہے کہ امام عصمت کے عالی درجہ پر فائز ہو جس کا لازمہ یہ ہے کہ تمام خطا اور غلطیوں سے امان میں ہو اور ساتھ ہی پاک و منزہ ہو۔

(۹) سوال:

کیا کتاب الٰہی اور سنت نبی کی تمام اطلاع اور معلومات امام کو ہوتی ہے؟

(جواب) کتاب الٰہی کا علم ان کے سوا کس کو ہوگا کیونکہ یہی حضرات ،،الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ ،،(علم کی گہرائی میں اترے ہوئے ہوتے ہیں) عالم بذاتہ اللہ کی ذات ہے اور اس کے آخری رسول کے بعد ائمہ ہیں جو علم کا سب سے بہترین مصادیق ہیں، یہی حضرات آیات قرآن، شان نزول کی معلومات میں سب سے زیادہ آگاہ ہیں۔ تاویل، تنسیخ، تحریف، تخیہ کنایہ میں سب سے زیادہ واقف ہیں۔

(۱۰) سوال:

کیا امامت کی معرفت ہدایت کا سبب اور امام کی عدم معرفت گمراہی واختلاف ہے؟

(جواب) بیشک ایسا ہی ہے! کیونکہ اماموں کی ذات کے ذریعہ ہی اللہ کی درست معرفت ممکن ہے۔ لہذا جس نے امام وقت کی صحیح معرفت حاصل کی، اس کو اللہ کی بھی صحیح معرفت ہوگی۔ جو امام کو درست نہیں پہچان سکے گا، اس کو اللہ کی معرفت بھی صحیح نہیں ہو سکتی ہے۔

مقام امامت کو گھٹایا گیا

اہلبیت اشاعرہ، معتزلہ کا نظریہ

اہل سنت کے نزدیک امامت کا مقام اور مرتبہ غیر الٰہی ہے اور اہل حل وعقد اس مقام اور منصب کا انتخاب و اہتمام کرتے ہیں۔

ابن خلدون نے اس نظریہ کا یوں خلاصہ بیان کیا ہے:

امامت: عام مصلحتوں میں سے ایک ایسی مصلحت ہے جو کہ امت ہی کے اوپر چھوڑا گیا ہے، چنانچہ لوگ جس شخص کو معین کر دیں گے وہ امام ہوگا۔(۱)

خلافت کی مہم شرط، فقط سماجی امور کو بحسن و خوبی سے چلانے کی لیاقت رکھنا ہے نہ کہ خطا و گناہ سے پاک اور نہ ہی کتاب وسنت کی مکمل آگہی اور نافذ بصیرت ہونا ہے۔

اسی بنیاد پر کچھ اہل سنت علماء نے صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ فاسق یا جاہل بھی خلیفہ ہو سکتا ہے۔(۲)

اسی لئے امام (علیہ السلام) کی ذمہ داریوں میں عبدالجبار معتزلی قائل ہیں:

''امام، عالم اسلام میں جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ توسیع کرتا ہے''(۳)

دوسرے امور معاش سے متعلق بھی امام (علیہ السلام) کے فرائض ہیں اور بہت سے دیگر مسائل میں فاقد

---

۱)مقدمہ خلدون، ص/۱۹۶

۲)شرح المقاصد: تفتازانی سعد الدین: تحقیق ڈاکٹر عبدالرحمن عمیرہ ج/۵/ص/۲۳۳

۳)شرح الاصول الخمسہ

شرائط سمجھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اہل سنت کے مطابق امت مسلمہ تعلیم و تعلم اور معارف اسلامی کے حصول میں امام کی کوئی ضرورت نہیں جانتے ہیں۔

قاضی عبد الجبار معتزلی ہمدانی (متوفی ۴۱۵ھ) اسی نظریہ کے حامی ہیں۔ (۱)

اہل سنت کے بزرگ محدث مسلم ابن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۱) کتاب صحیح میں حذیفہ یمان سے نقل کیا ہے کہ حضرت رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے فرمایا:

''میرے بعد ایسے خلیفہ برسرکار آئیں گے جو کہ نہ تو میری راہ پر چلیں گے نہ ہی میرے طریقہ کار کو اختیار کریں گے۔ ان کے درمیان ایسے لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے کہ جنکا پیکر آدمی کا ہوگا لیکن ان کے دل شیطان کے دل ہوں گے۔

میں نے پوچھا یا رسول اللہ! اگر ہم ایسے خلیفہ کے زمانہ میں ہوئے تو ہماری تکلیف کیا ہوگی؟

آنحضرت نے فرمایا:

رہبر (حق) کے پیرو کار رہو، اگر چہ تمہاری پشت پر تازیانہ پڑے اور تمہارا مال غارت ہو جائے۔'' (۲)

اس سے مراد یہ ہوا کہ مظلوم بن جاؤ لیکن ظالم کی حمایت نہ کرو اور ہمیشہ سچے رہبر کی پیروی کرو اور اس راہ میں جتنی سختیاں اٹھانی پڑے، اس کو تحمل کرلو۔

قاضی ابوبکر باقلانی (متوفی ۴۰۳ھ) منصب خلافت کے متعلق تین خصوصیت معتبر جانتے ہیں:

(۱) قرشی ہونا،

(۲) علم و معلومات قضاوت کی حد تک ہونا چاہئے،

(۳) جنگ سے متعلق فداکار، فوج کو ادارہ کرنے کا طریقہ، حدود کی حفاظت کا سلیقہ اور ظلم و تجاوز کرنے والوں سے انتقام لینے کی صلاحیت ہونا چاہئے۔

---

۱) شرح الاصول الخمسہ

۲) صحیح مسلم، ج ۳، باب الامر بلزوم الجماعۃ، ص ۱۴۷۶، ح ۱۸۴۷

آگے خلیفہ اور امام کے بے دخل کرنے کے سلسلہ میں فرمایا:

''امام کبھی بھی اموال کو غصب کرنے، لوگوں اور نفس محترم کے قتل اور اجرائے حدود کو جاری نہ کرنے کی وجہ سے معزول نہیں ہوتا بلکہ ایسے وقت میں امت کا یہ وظیفہ بنتا ہے کہ اس کو نصیحت کرے، خوف دلائے اور اس گناہ وتجاوز میں ایسے امام کی پیروی نہ کرے''

قاضی القضات عبد الجبار ہمدانی (متوفی ۴۱۵) معتزلی نے امام کے معقول ومعتبر شرائط میں علم، عدالت شجاعت اور تقویٰ کو شرط جانا ہے یعنی

الف) امام کو دوسرے اہل علم حضرات سے اعلم ہونا چاہئے، سارے علوم کا منبع ماخذ، منبع کو جاننے والا اور سارے علوم سے متعلق جواب دہ ہو سکے اور سب کا جواب دہ ہو سکے۔

ب) امام کو سب سے زیادہ تقویٰ کا حامل ہونا چاہیے سارے اختلاف کا حل حدود، قصاص.. کا فیصلہ کرسکتا ہو۔

ج) امام کو سب سے شجاع ہونا چاہئے تاکہ کفار سے سپاہ اسلام اور اس کے حدود واقدار کی حفاظت کر سکے۔(۱)

قاضی عبد الجبار معتزلی باقلانی کے ہمعصر ہونے کے باوجود بالکل مخالف نظریہ رکھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ شخص فاسق، فاقد تقویٰ اور غیر عادل کو امام نہیں ہونا چاہئے۔

اس نظریہ کی دیگر علماء معتزلہ نے تاکید وتائید کی ہے۔

ابو القاسم زمخشری (۴۶۷/۵۳۸) جو جار اللہ سے معروف ہیں، علامہ موصوف مشہور مفسر قرآن ہیں۔ اپنی تفسیر کشاف میں ذکر کیا ہے:

ظالم وفاسق کی امامت کو قرآن نے جائز نہیں جانا ہے۔ آپ نے آیت کا ذکر کیا ہے:

﴿وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرَاهِیمَ رَبُّهُ بِکَلِمَاتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾(۲)

---

۱) عبد الجبار معتزلی، شرح الاصول الخمسہ ص/۷۵۰، ص/۷۵۱

۲) سورہ بقرۃ، آیت/۱۲۴